احکام البسملہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کی تفسیر مسائل و احکام

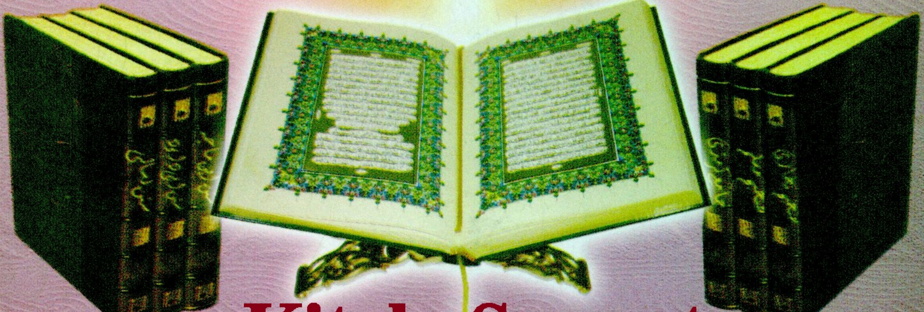

www.KitaboSunnat.com

تألیف

شیخ العرب والعجم سید علامہ ابو محمد بدیع الدین شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

حافظ عبدالحمید گوندل

حرمین پبلی کیشنز کراچی

دعوت اہل حدیث پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

احکام البسملہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر مسائل و احکام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکام البسملہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر مسائل و احکام

تالیف:

العلامۃ الشیخ السید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ

مقدمہ

فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم بھٹی حفظہ اللہ

ترجمہ:

حافظ عبدالحمید گوندل

مدیر: ماہنامہ دعوت اہلحدیث

ناشر:

دعوت اہل حدیث پبلی کیشنز حیدر آباد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بشکریہ: المکتبۃ الراشدیۃ، آزاد پیر جھنڈو نیو سعید آباد سندھ

جملہ حقوق اشاعت برائے دعوتِ اہل حدیث پبلی کیشنز حیدر آباد محفوظ ہیں

نام کتاب	:	احکام البسملہ
موضوع	:	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر مسائل و احکام
تالیف	:	شیخ العرب والعجم علامہ سید ابو محمد بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ
مقدمہ	:	فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم بھٹی حفظہ اللہ
ترجمہ	:	حافظ عبدالحمید گوندل
کمپوزنگ	:	دعوتِ اہل حدیث پبلی کیشنز حیدر آباد
اشاعت	:	اول، مارچ 2005ء
تعداد	:	1100
قیمت	:	50 روپے
ناشر	:	دعوتِ اہل حدیث پبلی کیشنز حیدر آباد

ڈسٹری بیوٹر

حرمین پبلیکیشنز، کراچی

Ph: 0333-3030408

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرس

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1	مقدمہ از فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم بھٹی حفظہ اللہ	6
2	وہ کام جن سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی چاہیے	11
3	بسم اللہ کی لفظی تحقیق اور معنیٰ	29
4	اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ اچھے ناموں سے پکارنا چاہیے	33
5	اسماء الحسنٰی کی تشریح	35
6	لفظِ اللہ کا اشتقاق اور معنیٰ	36
7	اسمِ مبارک ''اللہ'' ہی اسمِ اعظم ہے	41
8	الرحمٰن الرحیم کا معنیٰ اور تشریح	50
9	اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بیان	59
10	آریہ فرقے کے قائد سوامی دیانند کے اعتراضات اور ان کا جواب	99
11	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کی پہلی آیت ہے	103
12	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو آیت تسلیم نہ کرنے والوں کے دلائل اور ان کی حقیقت	113
13	جہری قرأت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنا	117
14	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سری پڑھنے والوں کے دلائل اور ان کے جوابات	139
15	سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک جھوٹا واقعہ	149

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ

ان الحمد للہ الذی ھدانا للاسلام وشرفنا بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الأنام وفضلنا بکتاب لایأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید: وبعد

یہ بات ہر ذی شعور وفہم شخص کے علم میں ہے کہ انسان کو ایک خاص مقصد کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے، اور یہ ناممکن ہے کہ اسے بھیج کر. بالکل اندھیرے میں چھوڑ دیا جائے اور یہ تک نہ بتایا جائے کہ وہ دنیا میں کیوں آیا ہے؟اس کے ذمہ کیا فرائض ہیں اور وہ کس طرح اپنے مقصدِ زندگی کو حاصل کرسکتا ہے؟

ایسی حرکت تو کوئی با ہوش وحواس شخص بھی اپنے غلام ونوکر کے ساتھ نہیں کرتا کہ اسے کسی خاص مقصد کے لئے روانہ تو کردے مگر مقصدِ سفر کے حوالے سے کوئی ہدایات جاری کرے اور نہ ہی بعد میں کسی کے ذریعے اس کی ذمہ داری کی تفصیل بھیجے۔جب ایک ذی فہم انسان کے بارے یہ سوچ پیدا نہیں ہوسکتی تو پھر قادر مطلق کی ذات کے بارے یہ کیسے سوچا جا سکتا ہے کہ اس نے انسان کو ایک خاص مقصد کیلئے دنیا میں بھیج تو دیا مگر منزلِ مقصود اور مقصد زندگی کے حصول کیلئے کوئی ہدایات و راہنمائی نہیں فرمائی ۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ اللہ تعالٰی نے انسانی راہنمائی کیلئے باقاعدہ ایک نظام قائم کیا ہے جس کا نام وحی و رسالت ہے، اس نفیس اور مقدس علم کے ذریعے اللہ تعالٰی نے انسانیت کیلئے ایسے اصول و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قوانین وضع فرمائے ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر ایک انسان اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواسِ خمسہ اور عقلِ سلیم جیسی عظیم نعمتیں عطا کی ہیں لیکن حق و باطل، حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے امتیاز کے لئے یہ چیزیں ناکافی ہیں کیونکہ ان نعمتوں کا علمی دائرہ کار نہایت ہی مخصوص و محدود ہے اور وہ بھی آراء و قیاسات پر مشتمل ہے جس پر کوئی حتمی فیصلہ قائم نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ فیصلہ جات محض ظنی ہونگے جن میں صواب اور خطاء دونوں احتمالات پائے جاتے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مخلوق پر خصوصی رحمت و شفقت فرماتے ہوئے انہی میں سے برگزیدہ ہستیوں کا انتخاب کیا جنہیں انبیاء و رسل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ان انبیاء و رسل پر اپنے احکام نازل فرمائے جسے وحی کہتے ہیں۔یہ وحی دو چیزوں کا مجموعہ ہے، ایک قرآن اور دوسرا بیانِ قرآن۔جسے دوسرے لفظوں میں حدیث رسول ﷺ کہتے ہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو صرف الفاظِ قرآن ہی نہیں سکھلاتے تھے بلکہ اس کی پوری تفصیل بھی ذہن نشین فرمایا کرتے تھے اور یہی حکم اللہ تعالیٰ کا ہے:

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الذِّكۡرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيۡهِمۡ (النحل 44)

”اور ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان کریں جو ان کی طرف نازل کی گئی ہیں۔“

یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک ایک سورت کے پڑھنے میں کئی کئی سال لگ جاتے تھے، اگر پڑھنے سے مراد صرف تلاوت ہوتا تو اتنا عرصہ ہرگز نہ لگتا بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جہاں کہیں قرآن کریم کے فہم میں کوئی دشواری پیش آتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف رجوع کرتے اور انہیں تسلی بخش جواب مل جاتا اور انہی جوابات و توضیحات کو صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین نے ایک مستقل علم کی صورت میں اپنے سینوں اور کتابی شکل میں محفوظ کرلیا اور اس امت نے اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے اس ذمہ داری کو ایک ایسے خوش اسلوب انداز میں پورا کیا کہ جس کے نتیجے میں قرآن کریم لفظی و معنوی تحریف سے بھی محفوظ ہوگیا اور اس کے صرف الفاظ ہی نہیں بلکہ وہ صحیح تفسیر و تشریح جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی زبانی سنی تھی اور عملاً دیکھی تھی اسکی بھی حفاظت ہوگئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم تفسیر کا اصلی مأخذ

علم تفسیر کا اصلی اور بنیادی ماخذ خود قرآن کریم ہے اور اسکے ساتھ ساتھ حدیث رسول ﷺ بھی ہے، البتہ موافقات میں صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے اقوال اور عربی لغت بھی شامل ہے اور اس کا آخری نکتہ مسائل کا استنباط و استدلال ہے اور یہ نعمت عقیدے کی پختگی اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ علوم اسلامیہ میں بصیرت سے حاصل ہوتی ہے، جو شخص بھی جتنا اس میں غور و فکر اور تعمق کریگا اتنے ہی نئے نئے اسرار و نکات سامنے آئیں گے مگر ان سے مراد وہ اسرار و نکات نہیں جو صوفیا نے سلوک و تصوف کے متعلق اشارات کی شکل میں پیش کیے ہیں جو اسلام کے بنیادی اصولوں کے بھی خلاف ہیں یہ سب نا قابل اعتبار ہیں کیونکہ کسی بھی امتی کی ذاتی رائے جو شرعی نصوص کے مقابل ہو اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں بلکہ وہ مردود ہے۔

تفسیر قرآن کریم کے مختلف پہلو

قرآن کریم ایک مرتب و منظم زندہ صحیفہ ہے جس کی تفسیر ہر مفسر نے اپنے اپنے مقام و فہم کے لحاظ سے لکھی ہے، کسی نے اپنی توجہ کا مرکز احکامِ قرآنی اور مسائلِ فقہی کو بنایا، کسی مفسر کا محور عام و خاص، مفصل و مجمل اور محکم و متشابہ رہا، کسی نے صرف و نحو پر زور دیا اور مفردات کے اشتقاق اور جملوں کی ترکیب پر محنت کی اور کسی نے علم کلام کی بحوث کو پیش کیا وغیرہ ذلک۔

انہی مفسرین میں سے عصرِ حاضر کے عظیم مفسر و محدّث و مجتہد شیخ العرب والعجم علامہ ابو محمد السید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے ''بدیع التفاسیر'' کے نام سے ایک جامع اور مستند تفسیر لکھی ہے، اس تفسیر میں جملہ پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے حتیٰ کہ بعض مفسرین جو محض افراطِ خوش عقیدگی کی بنا پر ضعیف اور موضوع روایات ایک دوسرے سے نقل کرتے چلے آرہے تھے ان کا بھی علمی جرأت کے ساتھ صفایا کر دیا گیا ہے، یہ ایک ایسی مفصل تفسیر ہے جو کافی حد تک قدیم کتبِ تفاسیر سے غنی کر دیتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ خطاء سے منزہ صرف اور صرف وحی الٰہیہ ہے اس کے علاوہ اس اُمت کے کسی بھی شخص کے قول و فعل اور رائے کے بارے یہ فیصلہ نہیں دیا جاسکتا، البتہ جہاں تک علمی ذوق و محنت کا تعلق ہے تو پھر اس تفسیر کے مطالعے سے یوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگتا ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے زمانے کے سارے علوم وفنون کو قرآن کریم کے خادم کی حیثیت سے لا کھڑا کر دیا ہے، محدثین کے طرز پر لکھی جانے والی اس تفسیر نے عقیدۂ صحیحہ اور عملِ صالح کی پہچان اور اسے اپنانے کیلئے دلائلِ شرعیہ کے ساتھ جو ترغیب دلائی ہے، اس سے صاحبِ کتاب کے عقیدۂ توحید کی غیرت اور عملِ صالح میں اخلاص کی روشن دلیلیں واضح ہوتی ہیں۔ یہ بات واضح رہے کہ پاکستان کا صوبہ سندھ جسے باب السلام بھی کہا جاتا ہے یہ برصغیر کے ان چند خطوں میں سے ایک خطہ ہے کہ جہاں کے لوگ اپنی علاقائی ومادری زبان سندھی میں لکھت پڑھت کرتے ہیں اور اس علاقے کے بیشتر افراد ایسے ہیں جو قومی زبان اردو سمجھ اور بول تو لیتے ہیں مگر پڑھ نہیں سکتے تو ایسے افراد تک قرآن کریم کی خالص دعوت پہنچانے کیلئے ضروری تھا کہ اس زبان میں سلف صالحین کے منہج پر تفسیر قرآن کریم لکھی جائے اور بالخصوص جبکہ اس زبان میں کوئی بھی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی تو ان اسباب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اس علمی خزانہ کو سندھی زبان میں جمع کیا گیا، اگرچہ مؤلف کیلئے عربی یا اردو میں یہ کاوش کچھ بھی محال نہ تھی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کے اس اقدام کو ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ کا مصداق بنادے۔ آمین۔

ابھی تفسیری کام مکمل بھی نہیں ہوا تھا کہ وقت کے یہ عظیم محدث ومفسر بقضائے رب الاعلیٰ راہیٔ ملک بقا ہوگئے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کتاب کو جس طرز پر اور جہاں چھوڑا تھا وہ آج کی تاریخ تک وہیں ہے، لیکن اللہ کیلئے اسکی تکمیل کوئی مشکل نہیں۔

اور اسی طرح کافی عرصہ سے نگاہیں منتظر تھیں کہ اسی اسلوب میں اس کتاب کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کیا جائے تاکہ مصنف کے علمی ذوق وکاوش سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کیا جاسکے۔ چونکہ انتظار میں امید وابستہ تھی مایوسی بالکل نہیں تھی. نتیجۃً اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے پر کرم فرمایا اور اسے یہ توفیق بخشی اور یہ اعزاز اسے حاصل ہوا کہ انھوں نے اس علمی ذخیرہ کو اردو زبان میں ڈھالنے کی سعیٔ جمیلہ شروع کردی، اس شخصیت سے میری مراد محترم فاضل دوست حافظ عبدالحمید گوندل حفظہ اللہ، مدیر "ماہنامہ دعوت اہلحدیث" ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو علمی ذوق و وابستگی بخشی ہے، شب و روز بحر علمی میں غوطہ زن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، تحریر وتقریر میں حد درجہ شائستگی پائی جاتی ہے، صاحب کتاب کے اسلوب کی ہر ممکن قدر کی کوشش کی گئی ہے۔

اسی دینی جذبے کا پہلا قدم "بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر، مسائل اور احکام" کا اردو ترجمہ ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ صاحب کتاب و مترجم سے لیکر جملہ معاونین، قارئین و سامعین پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ہر شخص کو بقدر اخلاص و محنت جزائے خیر عطا فرمائے اور ہر خاص و عام کو اس سے کما حقہ مستفید ہونے کی توفیق بخشے اور اس میں کسی بھی قسم کی غیر شعوری طور پر پائی جانے والی لغزش کو درگزر فرمائے۔ آمین یارب العالمین.

محمد ابراہیم بھٹی

مدیر

المعهد السلفي للتعليم والتربية

گلستان جوہر کراچی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر، مسائل اور احکام

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ اور اس کی امت کو یہ تعلیم دی ہے کہ ہر کام کو اسی کے مقدس نام سے شروع کیا جائے۔ کیونکہ اس کا نام بڑا بابرکت ہے۔

تَبٰرَکَ اسْمُ رَبِّکَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (الرحمٰن: 78)

جس طرح کہ اس کی اپنی ذات مقدس اور بڑی بابرکت ہے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ (الملک: 1)

فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (المؤمن: 64)

اس لئے سارے کام اس کے نام کے ساتھ شروع کرنا اسلامی تعلیم ہے۔ یہاں کچھ خاص احکام ذکر کیے جاتے ہیں۔

(1) قرآن مجید کی تلاوت یا کوئی کتاب پڑھتے وقت:

ارشادِ ربانی ہے کہ:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (العلق: 1)

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے (تمام مخلوق کو) پیدا کیا

اس کے بارے میں کچھ احادیث بھی ہیں جو آگے مسائل میں بیان ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔

(2) خط یا رسائل وغیرہ لکھتے وقت:

جیسا کہ سلیمان علیہ السلام کے واقعے میں ہے:

قَالَتْ یٰٓاَیُّھَا الْمَلَؤُا اِنِّیْٓ اُلْقِیَ اِلَیَّ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ ○ اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ ○ (النمل: 29-30)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”وہ (بلقیس) کہنے لگی اے سردارو! میری طرف ایک باوقعت خط ڈالا گیا ہے، جو سلیمان کی طرف سے ہے اور جو بخشش کرنے والے مہربان اللہ کے نام سے شروع ہے۔ یہ کہ تم میرے سامنے سرکشی نہ کرو اور مسلمان بن کر میرے پاس آجاؤ۔“

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے جو بادشاہوں کی طرف خطوط لکھے ان میں بھی شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ تحریر تھی۔ اسی طرح سلف میں بھی یہی عمل رہا۔
امام بخاری رحمہ اللہ الادب المفرد (طبع مصر ص 163، طبع پاکستان ص 288) میں اس طرح باب قائم کرتے ہیں:

بَابُ صَدْرِ الرَّسَائِلِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یعنی رسائل و خطوط کے شروع میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھنے کا باب۔
پھر اس باب کے تحت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھتے وقت ابتداء میں بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھی۔ اور حسن بصری تابعی سے روایت کرتے ہیں کہ یہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ رسائل کی ابتداء ہے۔ نیز اس سے متصل باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ایسی روایت لائے ہیں۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بحرین کی طرف زکوۃ کی وصولی کے احکام کے متعلق جو رسالہ لکھ کر بھیجا تھا اس کی ابتداء بھی بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے ساتھ تھی۔
(مشکوٰۃ ص 158 باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ بحوالہ بخاری)

تنبیہ: عوام میں یہ رواج ہے کہ خط کی ابتدا میں 786 کا عدد لکھتے ہیں اور ان کا گمان ہے کہ ابجد کے حساب سے یہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کا عدد بنتا ہے اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ اس طرح قرآنی الفاظ کی بے ادبی نہیں ہوتی۔ مگر یہ سب غلط ہے کیونکہ ایسا عمل نہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے نہ سلف صالحین سے، لہٰذا یہ دین میں محدث یعنی نیا کام ہے، اس لئے بدعت اور ضلالت ٹھہرا۔ اور یہ عذر بھی غلط ہے کہ الفاظ کو بے ادبی سے بچانا ہے کیونکہ جب یہ الفاظ قرآن کے ہی نہیں رہے تو حکم کی تعمیل بھی نہیں ہوئی اور بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لکھی ہی نہ گئی۔ کیونکہ یہ عدد خود بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نہیں ہے، اور اگر ہے یا اس کا بدل ہے تو پھر اس کی بھی توہین کیوں کر کی جائے؟ نیز بدل کے لکھنے کا تو حکم ہی نہیں ہے۔ اس بات کی تردید کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے جن بادشاہوں کی طرف خطوط لکھے تھے وہ کافر تھے، مگر وہاں بھی آپ ﷺ نے اس کا کوئی بدل اختیار نہیں کیا حالانکہ وہاں یہ خطرہ زیادہ تھا۔ بلکہ ایران کے بادشاہ نے تو خط کی اہانت کی اور اسے پھاڑ ڈالا، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ نے یہ طریقہ نہیں بدلا۔ نیز یہ عدد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کا بدل بالکل نہیں ہے۔ یہ بناوٹی عدد اور بناوٹی مسئلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔

(3) صلح نامہ اور دستاویز وغیرہ کے شروع میں لکھنا:

کوئی صلح نامہ یا دستاویز وغیرہ لکھتے وقت اس کے شروع میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنا بھی مسنون ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقعے پر مشرکین کے ساتھ جو صلح نامہ لکھوایا اس میں بھی پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھنے کا حکم دیا۔
(بخاری 1/379)

(4) کھانے سے پہلے:

بخاری و مسلم میں عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ.
یعنی بِسْمِ اللّٰهِ کہہ کر دائیں ہاتھ سے اور اپنی طرف سے کھاؤ۔

صحیح مسلم میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَسْتَحِلُّ الطَّعَامَ اَنْ لَّا يُذْكَرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ

(مشکوٰۃ ص 363)

یعنی شیطان لوگوں کے کھانے کو اپنے لئے حلال کرنے کی خاطر کوشش کرتا ہے کہ اس پر بِسْمِ اللّٰهِ نہ پڑھی جائے۔

طبرانی میں ثقہ راویوں سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سلمٰی رضی اللہ عنہ نے ایک کھانا تیار کیا جس میں سے آپ ﷺ نے اور صحابہ کرام نے کھایا، کچھ بچ گیا تو آپ نے ایک اعرابی کو فرمایا:

سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ مِنْ اَدْنَاهَا وَشَبِعَ مِنْهَا وَفَضَلَتْ

(مجمع الزوائد للهيثمي 5/22-23)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ کہہ کر اپنی طرف سے کھاؤ، اس نے خوب سیر ہو کر کھایا مگر (پھر بھی) کچھ بچ گیا۔

عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص 165 میں ایک صحابی جس نے آپ ﷺ کی آٹھ سال تک خدمت کی اس سے مروی ہے کہ:

اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا قُرِّبَ اِلَيْهِ يَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ

جب آپ ﷺ کے سامنے کھانا آتا تھا تو میں آپ کو بِسْمِ اللّٰهِ کہتے سنتا تھا۔

تنبیہ: اگر بِسْمِ اللّٰهِ پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے تو کہے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ (اللہ کے نام کے ساتھ اس (کھانے) کے اول اور آخر میں) جیسا کہ ترمذی اور ابوداؤد میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا حکم مروی ہے۔
(مشکوٰۃ ص 371، الاذکار للنووی ص 205)

(5) پینے سے پہلے:

مشکوٰۃ ص 371 میں بحوالہ ترمذی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ رَفَعْتُمْ

جب کوئی چیز پینے لگو تو بِسْمِ اللّٰهِ کہا کرو اور بعد میں (یعنی جب پی چکو تو) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پڑھا کرو۔

نیز عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص126 اور مجمع الزوائد 5/81 میں بحوالہ معجم اوسط للطبرانی، نوفل بن معاویہ الدیلی رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی شاہد ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ پینے سے قبل بسم اللہ اور بعد میں الحمد للہ کہتے تھے۔

(6) سواری پر سوار ہوتے وقت:

قرآن کریم میں ہے کہ:

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ھود: 31)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور (نوحؑ) نے کہا اس کشتی میں سوار ہو جاؤ، اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ یقیناً میرا رب بڑی بخشش والا اور بڑے رحم والا ہے۔

ابوداؤد، نسائی اور ترمذی میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أُتِیَ بِدَآبَّةٍ لِیَرْکَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِی الرِّکَابِ قَالَ: بِسْمِ اللهِ فَلَمَّا اسْتَوٰی عَلٰی ظَهْرِهَا قَالَ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ثُمَّ قَالَ: اَلْحَمْدُلِلّٰهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُ اَکْبَرُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ قَالَ: سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ثُمَّ ضَحِکَ فَقِیْلَ یَا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِکْتَ؟ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ کَمَا فَعَلْتُ ثُمَّ ضَحِکَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللهِ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ ضَحِکْتَ، قَالَ اِنَّ رَبَّکَ سُبْحَانَهٗ یَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا قَالَ: اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ یَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ غَیْرِیْ.

یعنی ان کے لیے سواری لائی گئی، جب رکاب میں پاؤں ڈالا تو اس وقت کہا: بِسْمِ اللهِ، پھر جب اس کی پیٹھ پر سوار ہو گئے تو کہا، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (اللہ کے لئے سب تعریفیں ہیں جس نے ہمارے لیے اس سواری کو مسخر کیا، وگرنہ ہم اس کو پہنچنے والے نہ تھے، اور ہم بھی اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔) پھر تین دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور تین دفعہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہا، پھر یہ دعا پڑھی: سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (اللہ تیرے لئے ہی پاکیزگی ہے بیشک میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے پس تو مجھے بخش دے تیرے سوا میرے گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں ہے) اس کے بعد وہ مسکرائے، کہا گیا اے امیر المؤمنین کس بات پر آپ مسکرائے ہیں؟ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسا کیا جس طرح کہ میں نے کیا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ آپ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کیوں مسکرائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تعجب فرماتا ہے جب بندہ کہتا ہے کہ مجھے معاف کردے۔ میرے بندے کو معلوم (اور یقین) ہے کہ میرے سوا اس کے گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔ (الاذکار للنووی ص 197)

اسی معنیٰ میں عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی ص 133 میں امیر عمر رضی اللہ عنہ سے اور ص 34 میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے احادیث مذکور ہیں۔

(7) وضو شروع کرتے وقت:

بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے کہ:

لَاوُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللہِ عَلَیْہِ

(احمد ابوداؤد، ترمذی فی العلل، حاکم، دارقطنی و بیہقی وغیرہم)

''اس شخص کا وضو نہیں ہوتا جو شروع میں اللہ کا نام نہ لے۔''

اس روایت کی سند میں کچھ کلام ہے، مگر یہ دو طریقوں سے مروی ہے، اور اس باب میں دیگر آٹھ صحابہ کرام سے بھی احادیث مروی ہیں، چنانچہ مسند احمد، دارمی، ابن ماجہ، صحیح ابن السکن، مسند بزار، دارقطنی، حاکم اور بیہقی وغیرہم میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد، دارقطنی ،احمد وغیرہم میں سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے اور مسند بزار، مصنف ابن ابی شیبہ میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور ابن ماجہ، طبرانی میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اور ابو بشر دولابی کی کتاب الکنیٰ، بغوی کی کتاب الصحابہ اور طبرانی کی معجم اوسط میں ابوسبرہ اور ام سبرہ رضی اللہ عنہما دونوں سے اور کتاب الکامل لابن عدی میں امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اور عبدالملک بن حبیب الاندلسی نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور اتنی اسناد اور شواہد کے جمع ہونے سے یہ حدیث تقویت حاصل کر لیتی ہے، اسی لئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ:

والظاهر ان مجموع الاحاديث يحدث منها قوة تدل علىٰ ان لهٗ اصلاً

اتنی احادیث سے جو تقویت حاصل ہوتی ہے وہ دلالت کرتی ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے، یعنی یہ حدیث ثابت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ثبت لنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالہ

(التلخیص الحبیر 1/75,76)

یعنی کثرت اسناد کی وجہ سے ہمارے نزدیک یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ واقعی یہ بات رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

اور حافظ ابن سید الناس، شرح ترمذی میں فرماتے ہیں کہ

ولا یخلو ھذا الباب من حسن صریح و صحیح غیر صریح

(نیل الاوطار للشوکانی 1/151)

"یعنی اس باب میں بعض حدیثیں حسن درجے کی اور صریح ہیں اور بعض صحیح غیر صریح ہیں۔"

اور خود امام شوکانی رحمہ اللہ (الدراری المضیة شرح الدرر البھیة ص 45) میں فرماتے ہیں کہ اس باب میں ابو ہریرہؓ کی روایت میں ایسا کوئی حرج نہیں کہ کسی اعتبار میں نہ آئے، بلکہ وہ متعدد اسناد کی وجہ سے حسن کے درجے کو پہنچتی ہے۔

علاوہ ازیں دوسرے بے شمار صحابہ سے اس کی تائید میں روایات مروی ہیں اور راقم الحروف کے دادا سید ابو تراب رشد اللہ شاہ المعروف "بصاحب الشریعة" سمِ آخرت ص 16 (قلمی) میں فرماتے ہیں کہ کثرتِ طرق کی وجہ سے ضعف کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ بنابریں ابن الہمام حنفیہ میں سے (فتح القدیر شرح الہدایہ 1/15 میں) اس حدیث کی تحسین کے قائل ہیں اور انہوں نے بسم اللہ کہنا واجب قرار دیا ہے اسی طرح امام شوکانی رحمہ اللہ نے "نیل الاوطار" اور الدراری المضیہ" میں اس کے وجوب کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح علامہ عبدالحی لکھنوی "احکام القنطرة فی احکام البسملة ص 1239 المجموعہ میں اسی موقف کی تائید کرتے ہیں۔ اور حدیث کے الفاظ کا مطلب بھی یہی ہے کہ بسم اللہ کہے بغیر وضو نہیں ہوتا اور سنن نسائی 1/11 میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

طلب بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضوءً فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھل مع احدمنکم ماء فوضع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یدہ فی الماء ویقول توضؤا بسم اللہ فرأیت المآء یخرج من بین اصابعہ حتیٰ توضؤا من عند اخرھم قال ثابت قلت لانس کم تراھم قال نحوا من سبعین.

کسی صحابی نے وضو کے لیے پانی تلاش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی کے پاس پانی ہے۔ (پھر ایک برتن میں پانی لایا گیا) آپ ﷺ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا۔ اور حکم فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو۔ پھر میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی مبارک انگلیوں سے (فوارے کی طرح) نکل رہا تھا۔ یہاں تک کہ سب لوگوں نے وضو کیا۔ جن کی تعداد انس رضی اللہ عنہ نے تقریباً ستر بتلائی۔

اس حدیث میں بسم اللہ کہنے کا امر ہے اور امر اہل اصول کے ہاں وجوب کے لیے ہوتا ہے اسی لیے امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر باب اس طرح باندھا ہے۔ ''باب التسمیۃ عندالوضو'' یعنی اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وضو کرتے وقت بسم اللہ کہی جائے۔

نیز طبرانی کی معجم صغیر ص 38 (ہندی)، ص 73 (مصری) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباھریرۃ اذا توضأت فقل بسم اللہ والحمدللہ فان حفظتک لاتستریح تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذلک الوضؤ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ وضو شروع کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ کہا کر پھر جب تک تم باوضو رہو گے فرشتے تمہارے لیے نیکیاں لکھتے رہیں گے۔

علامہ ہیثمی مجمع الزوائد 1/200 میں فرماتے ہیں کہ:

''اسنادہٗ حسن''

یعنی اس حدیث کی سند حسن ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(8-9) مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت:

عمل الیوم والیلة لابن السنی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل فی المسجد قال بِسْمِ اللہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ واذا خرج قال بِسْمِ اللہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

یعنی رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت بسم اللہ کہتے تھے اور درود (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد) پڑھتے تھے۔

علاوہ ازیں ترمذی 1/ 43 اور ابن ماجہ ص 56 میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث اس کی شاہد ہے۔

(10) گھر میں داخل ہوتے وقت:

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الرجل بیتہ فذکر اللہ عند دخولہ وعند طعامہ قال الشیطن لامبیت لکم ولا عشاء واذا دخل ولم یذکر اللہ عند دخولہ قال الشیطان ادرکتم المبیت والعشاء

(رواہ مسلم، مشکواۃ 363)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوا اور اس نے داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت اللہ کا نام لے لیا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں تمہارے لئے نہ رہنے کی جگہ ہے اور نہ کھانے کے لیے کچھ ہے اور اگر اس شخص نے گھر میں داخل ہوتے وقت اللہ کا نام نہیں لیا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ یہاں تمہیں رہنے کی جگہ بھی ملے گی اور کھانا بھی۔

اور ابوداؤد میں ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص گھر میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللہِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا

(ابو داؤد ص 695)

اے اللہ تجھ سے داخل ہونے کی خیر اور نکلنے کی خیر مانگتا ہوں اور ہم اللہ کے نام کے ساتھ (گھر میں) داخل ہوتے ہیں اور نکلتے ہیں اور اپنے پروردگار اللہ پر توکل (بھروسہ) کرتے ہیں)۔ یہ دعا پڑھ کر پھر اپنے گھر والوں کو سلام کہے۔

(11) گھر سے نکلتے وقت:

مسند احمد، نسائی اور ترمذی میں ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ

اللہ کے نام کے ساتھ گھر سے نکلتا ہوں، میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں (اس بات سے) میں گمراہ ہوجاؤں یا مجھے گمراہ کردیا جائے، میں پھسل جاؤں یا مجھے پھسلا دیا جائے، میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، میں کسی کے ساتھ جہالت سے پیش آؤں یا میرے ساتھ جہالت سے پیش آیا جائے۔

اور ترمذی و ابوداؤد میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف (نظر اٹھا کر) یہ دعا پڑھتے تھے۔

نیز ابوداؤد میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

"اللہ کے نام کے ساتھ نکلتا ہوں اور اس پر بھروسہ کرتا ہوں اس کے سوا کسی اور کے پاس نہ قدرت ہے اور نہ طاقت۔"

تو اس کو (فرشتے کے ذریعے) کہا جاتا ہے کہ تو ہدایت والا بنے تجھے یہ دعا کافی ہے اور تم بچ گئے اور شیطان اس سے دور بھاگتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص 215)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(12) نماز میں التحیات سے پہلے:

سنن کبریٰ للبیہقی 2/141 میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو التحیات سکھائی جس میں پہلے بسم اللہ کہی، اور موطا امام مالک رحمہ اللہ ص 31 میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عمل مروی ہے کہ وہ التحیات سے پہلے بسم اللہ پڑھتے تھے، نیز بیہقی 2/43-142 میں امیر عمر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما کے اثر بھی موجود ہیں۔

فائدہ: عام صحیح حدیثوں میں التحیات سے پہلے بسم اللہ کے لفظ نہیں ہیں، خصوصاً ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث جو کہ محدثین کے نزدیک صحت میں سب سے اعلیٰ درجہ کی ہے اس میں بھی یہ لفظ نہیں ہے۔ بلکہ تشہد، لفظِ التحیات سے شروع ہوتا ہے اس لئے اکثر محدثین کے ہاں یہی مسنون ہے مگر چونکہ کچھ احادیث میں بسم اللہ بھی مذکور ہے اور بعض صحابہ کا عمل بھی ثابت ہے تو اس صورت میں بسم اللہ کہنا بھی جائز ہے اور سنت سے خارج نہیں کہلائے گا۔

(13-14-15) گھر اور اولاد سے متعلق اہم حکم

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان جنح اللیل او امسیتم فکفوا صبیانکم فان الشیطان ینتشر حینئذ فاذا ذھب ساعة من اللیل فخلوھم واغلقوا الابواب واذکروا اسم اللہ فان الشیطان لایفتح باب مغلقا واوکوا قربکم واذکروا اسم اللہ وخمروا انیتکم واذکروا اسم اللہ ولو ان تعرضوا علیه شیئا واطفئوا مصابیحکم .متفق علیه

(مشکوٰۃ ص 273)

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے شروع ہوتے ہی بچوں کو (گھروں میں) بند کرلیا کرو کیونکہ اس وقت شیطان منتشر ہوتے ہیں۔ بسم اللہ کہہ کر دروازے بند کیا کرو اور اس طرح بند کیا ہوا دروازہ شیطان نہیں کھول سکتا نیز بسم اللہ کہہ کر مشکیزوں کے منہ بند کرو، برتنوں کو ڈھانکو اور چراغوں کو بجھادو۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(16) جماع کے وقت:

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان احدکم اذا اراد ان یاتی اھلہ قال بِسْمِ اللہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَارَزَقْتَنَا فانہ ان یقدر بینھما ولد فی ذالک لم یضرہ شیطان ابدا متفق علیہ (مشکوٰۃ 212)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستری کے وقت یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَارَزَقْتَنَا

اے میرے اللہ، ہمیں شیطان سے بچا اور جو (اولاد) تو ہمیں عطا فرمائے اسے بھی شیطان سے بچا۔

اگر ان کے لیے اولاد مقدر ہوگی تو اس کو شیطان کبھی بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(18) بیت الخلاء جاتے وقت:

ابن السنی نے ص 7 میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

اذا دخل احدکم الخلاء فلیقل بِسْمِ اللہِ

"جب تم میں سے کوئی بیت الخلاء میں جانے کا ارادہ کرے تو بسم اللہ کہے۔"

اور ابن السنی نے انس رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت بھی ذکر ہے جو کہ اس کی تائید کرتی ہے اور اس کی شاہد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی راویت بھی ہے جو کہ مشکوٰۃ ص 43 میں بحوالہ ترمذی مذکور ہے۔

(18) سوتے وقت:

صحیح بخاری میں سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور صحیح مسلم میں سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا

"اے اللہ میں تیرے نام سے مرتا ہوں اور تیرے نام سے جیتا ہوں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بخاری و مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت یہ دعا سکھلائی ہے۔

بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهُ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ (مشکوٰۃ ص208)

اے میرے رب تیرے نام کے ساتھ (میں سوتا ہوں اور) اپنا پہلو (بستر پر) رکھتا ہوں اور تیرے ہی حکم سے اس کو اٹھاؤں گا اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرمانا اور اگر اسکو (کچھ مہلت تک) چھوڑ دے تو اس کی اس طرح حفاظت فرمانا جس طرح تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتا ہے۔

(19) بازار میں داخل ہوتے وقت:

سیدنا بریدۃ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرِ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٰذِهِ السُّوْقِ وَشَرِّ مَافِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا يَمِيْنًا فَاجِرَةً اَوْصَفْقَةً خَاسِرَةً

(ابن السنی ص 50)

”اللہ کے نام کے ساتھ داخل ہوتا ہوں، اے اللہ میں تجھ سے اس بازار کی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس بازار کی اور جو کچھ اس میں ہے اس کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، الٰہی میں جھوٹی قسم اور کھوٹے سودے سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔“

(20) جنگ شروع کرتے وقت:

صحیح مسلم میں سیدنا بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی امیر کے تحت کوئی لشکر جنگ یا کسی مہم کے لئے بھیجتے تھے تو اس کو اللہ کے خوف کی تلقین کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو مسلمان اس کے ساتھ ہوتے تھے، ان کی بھلائی کے لئے تاکید کرتے تھے پھر فرماتے تھے:

اُغْزُوْا بِاسْمِ اللهِ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ۔ الحدیث.

(الاذکار للنووی ص 186)

''یعنی اللہ کے نام کے ساتھ اس کی راہ میں لڑائی شروع کرنا......الخ''

(21) ذبح کرتے وقت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۔

(الانعام:118)

''پس جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے احکامات پر ایمان رکھتے ہو۔''

دوسری آیت میں فرمایا:

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ

(الانعام: 121)

''اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، یہ گناہ کا کام ہے۔''

بخاری و مسلم میں سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز ذبح ہوتے وقت خون بہائے اور اس پر بسم اللہ پڑھی جائے تو وہ چیز کھاؤ، حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ: ما انھر الدم وذکر اسم اللہ فکل...... الحدیث (مشکوٰۃ: ص 357)

(22) قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت:

بخاری و مسلم میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنبے کی قربانی کرتے وقت اس کو لٹا کر گردن پر پاؤں رکھا اور فرمایا:

بِسْمِ اللهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر قربانی کا جانور ذبح کیا۔ (مشکوٰۃ: 127)

(23) شکار کیلئے تیر وغیرہ چلاتے وقت:

بخاری و مسلم میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اگر تم اپنا تیر بسم اللہ پڑھ کر شکار کو مارو تو وہ چیز حلال ہے۔
(مشکوٰۃ: 377)

(24) میت کو قبر میں اتارتے وقت:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ترمذی، ابوداؤد اور بیہقی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میت کو قبر میں اتارتے وقت فرماتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اور نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس معنیٰ کی روایت منقول ہے علاوہ ازیں یہ روایت مستدرک حاکم میں ان الفاظ سے ہے کہ آپ نے ایسا کہنے کا حکم دیا یعنی اللہ کے نام کے ساتھ، رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر اتارتا ہوں۔
(نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعیۃ والاذکار للنواب صدیق حسن ص290)

(25) سواری کے ٹھوکر کھاتے وقت:

ابوداؤد میں ایک صحابی سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ (کسی سفر میں) آپ کے پیچھے سوار تھا کہ اچانک آپ کی سواری نے کچھ ٹھوکر کھائی، میں نے شیطان پر لعنت بھیجی آپ نے فرمایا کہ ایسا مت کرو کیونکہ شیطان اس طرح خوشی (سے پھول کر) بڑی عمارت کا منظر پیش کرے گا (اس لئے کہ انسان کی زبان سے برا جملہ نکلا) بلکہ ایسے موقع پر بسم اللہ کہا کرو، اگر ایسا کرو گے تو شیطان سکڑ کر کسی مکھی کے برابر ہو جائے گا۔

اور یہ حدیث (ابن السنی ص136) میں ابوالملیح اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ دونوں روایتیں صحیح اور متصل السند ہیں۔ (الاذکار للنووی ص274)

(26) زخم یا چوٹ لگنے کے وقت:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد میں اکیلے طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے گیارہ مردوں کی قوت کے برابر لڑائی کی یہاں تک کہ ان کے ہاتھ کو چوٹ لگی اور ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انگلی کٹ گئی جس سے ان کی چیخ نکل گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَوْ قُلْتَ بِسْمِ اللّٰهِ لَرَفَعَتْكَ الْمَلَائِكَةُ (ابن السنی ص 181)

''اگر تم اس وقت بسم اللہ کہتے تو اللہ کے فرشتے تجھے اٹھا لیتے اور لوگ تمہاری طرف دیکھتے رہتے۔''

(27) گزر اوقات میں تنگی کے وقت:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کس چیز نے تم کو روک رکھا ہے کہ رزق کی تنگی کے وقت جب بھی گھر سے باہر نکلو تو یہ دعا پڑھو:

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَمَالِيْ وَدِيْنِيْ اَللّٰهُمَّ رَضِّنِيْ بِقَضَآئِكَ وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا قُدِّرَلِيْ حَتّٰى لَآ اُحِبَّ تَعْجِيْلَ مَآ اَخَّرْتَ وَلَا تَأْخِيْرَ مَاعَجَّلْتَ (ابن السنی ص 95)

اللہ کا نام لیتا ہوں اپنے نفس، مال اور دین پر اے اللہ مجھے اپنے فیصلے پر راضی رکھ اور جو رزق تو نے میرے لئے مقرر فرمایا ہے اس میں برکت ڈال تاکہ جس کام کو تو میرے لئے مؤخر کرے اس کے جلدی ہونے کو اور جس کام کو تو جلدی کرے اس کے مؤخر ہونے کو میں پسند نہ کروں۔

(28) صبح و شام:

ترمذی اور ابن ماجہ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح و شام تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھے گا تو اس کو کوئی چیز گزند نہیں پہنچائے گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

''یعنی اللہ کے نام کے ساتھ (اپنے سارے کام، شروع کرتا ہوں، جس کے نام کے ہوتے ہوئے آسمان و زمین میں کوئی چیز بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وہ (ہر بات) سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فرزند ابان رحمۃ اللہ علیہ جس نے یہ حدیث بیان کی جب ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر فالج کا حملہ ہوا اور کوئی آدمی اگر ان کی طرف دیکھتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ کیا دیکھتے ہو؟ حدیث بالکل برحق ہے جس طرح میں نے بیان کی ہے مگر اللہ کا مقدر کیا ہوا فیصلہ صادر ہوا کہ جس دن بیماری نے حملہ کیا میں نے یہ دعا نہیں پڑھی تھی (مشکوٰۃ: ص 209)

(29) دم کرتے وقت:

دم یا جھاڑ کے متعلق بہت سی دعاؤں کے شروع میں بسم اللہ کہنا کئی احادیث میں مذکور ہے صحیح مسلم میں سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے بدن کی بیماری کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیش کی آپ نے فرمایا کہ درد والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھو:

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَاُحَاذِرُ

”میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کی پناہ میں آتا ہوں اس چیز کے شر سے جو میں محسوس کرتا ہوں اور جس کا مجھے اندیشہ ہے۔“

نیز صحیح مسلم میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو اس وقت آپ کو جبرئیل علیہ السلام نے اس طرح دم کیا:

بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ. (مشکوٰۃ: 134)

یعنی اللہ کے نام کے ساتھ تمہیں دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تمہیں تکلیف دے، ہر نفس کے شر سے اور ہر حاسد آنکھ سے اللہ تجھے شفا دے۔ اللہ کے نام کے ساتھ تجھے دم کرتا ہوں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں ہر چیز پر اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اپنے رسالے کلمہ طیبہ ص 29 (طبع پاکستان) میں ایک عجیب واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ”میں ایک مرتبہ ایک غیر مسلم دوست کے ساتھ تانگہ پر بیٹھا اور یہ دعا:

سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے کے بعد میں نے دوست مذکور سے پوچھا کہ آپ نے بھی بہت سے مذاہب کی کتابیں دیکھی ہیں کیا کسی مذہب میں یہ ہدایت بھی دیکھی ہے کہ سواری پر چڑھتے ہوئے یہ کہنا چاہیے، جس سے خدا کی عظمت اور جلالت کا ظہور ہوتا ہے؟ اس بات کا جواب اس دوست نے بھی وہی دیا جس کا مجھے بھی علم تھا یعنی نہیں۔

یہاں ہم نے صرف وہ امور ذکر کیے ہیں جن کا ذکر ہمیں اپنے ناقص علم کے مطابق قرآن و حدیث سے ملا ہے، مگر سارے اچھے کام بسم اللہ سے شروع کئے جائیں مثلاً خوشبو لگانا، تیل لگانا، کسی برتن سے ڈھکنا اتارنا، دروازہ کھولنا وغیرہ اس طرح یہ کام باعث برکت ٹھہریں گے ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

كُلُّ اَمْرٍ ذِىْ بَالٍ لَايُبْدَأُ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَهُوَ اَقْطَعُ

(الاذكار للنوى ص 103 بحواله كتاب الاربعين للرهاوى من حديث ابى هريرة)

”جو مہتم بالشان کام بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہیں کیا گیا تو وہ ادھورا اور برکت سے محروم ہے۔“

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کو حسن اور جید کہتے ہیں، نیز امام سیوطی رحمہ اللہ نے الدر المنثور 1/10 میں اس کو حسن کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سارے اچھے کام اللہ کے نام سے شروع کرنے سے وہ کام بابرکت بن جائیں گے۔ اس تفصیل سے ہمیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی عظمت شان و فضیلت معلوم ہوئی۔

تنبیہ: مذکورہ احادیث سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے تین کاموں میں پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی جائے اور باقی کاموں میں صرف بسم اللہ کہنی چاہیے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لفظی تحقیق اور معنیٰ

"ب" کے معنیٰ "سے" اور "ساتھ" ہے یہ حروف جارہ میں سے ہے اور پندرہ معانی میں استعمال ہوتا ہے، جن میں سے چودہ معانی امام ابن ہشام نحوی رحمہ اللہ نے مغنی اللبیب ص 95 تا 99 میں ذکر کیے ہیں۔

الالصاق والتعدية والاستعانة والسببية والمصاحبة والظرفية والبدل والمقابلة والمجاوزة كعن والاستعلاء والتبعيض والقسم والغاية نحو احسن بي اى الى ضمن احسن معنىٰ لطف والتوكيد وهو الزائدة.

اور رضی شرح کافیہ 2/238 طبع استنبول میں ایک دوسرا معنیٰ لکھا ہوا ہے یعنی بمعنیٰ "مِنْ" مثلاً: عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبادُ الله (الدهر: 6)

اور اس جگہ پر (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں) استعانت (مدد لینا) کے معنیٰ درست ہیں۔ یعنی اللہ کے نام کی مدد سے شروع کرتا ہوں اور مصاحبت کے معنیٰ بھی ہوسکتے ہیں (الکشاف للزمخشری 1/4) یعنی اللہ کا نام لیتے ہوئے شروع کرتا ہوں اور حروف جارہ کسی نہ کسی اسم یا فعل سے متعلق ہوتے ہیں اور اس جگہ پہ حرف باء فعل محذوف سے متعلق ہوگا یعنی ﴿أَشْرَعُ﴾ یا ﴿أَبْتَدِأُ بِسْمِ اللهِ﴾ شروع یا ابتدا کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ، اسی طرح تقدیر ہر کام کو متضمن ہے مثلاً: پڑھتے وقت ﴿أَقْرَأُ﴾ یا ﴿أَتْلُوْ بِسْمِ اللهِ﴾ (پڑھتا ہوں یا تلاوت کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ) اور کھانے کے وقت ﴿آكُلُ﴾ (کھاتا ہوں) پینے کے وقت ﴿أَشْرَبُ﴾ (پیتا ہوں سوار ہوتے وقت ﴿أَرْكَبُ﴾ (سوار ہوتا ہوں) لکھنے کے وقت ﴿أَكْتُبُ﴾ (لکھتا ہوں) جنگ کے وقت ﴿أَغْزُوْ﴾ (جنگ کرتا ہوں) شکار کو نشانہ بناتے وقت ﴿أَرْمِي﴾ (نشانہ بازی کرتا ہوں) جانور کو ذبح کرتے وقت ﴿أَذْبَحُ﴾ (ذبح کرتا ہوں) چراغ بجھاتے وقت ﴿أُطْفِئُ﴾ (بجھاتا ہوں) دروازہ بند کرتے وقت ﴿أُغْلِقُ﴾ (بند کرتا ہوں) اور برتن ڈھانپتے وقت ﴿أُغَطِّي﴾ (ڈھانپتا ہوں) علی ہذا القیاس ہر ایک کام کے لئے اس کا مناسب فعل محذوف نکالا جاسکتا ہے۔ اور اس حرف سے شروع کرنے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے یعنی خاص اسی کے نام سے شروع کرتا ہوں نہ کہ کسی دوسرے کے نام سے (بیان الفرقان علیٰ علم البیان للامرتسری ص 6)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِسْمٌ

اسم بمعنیٰ نام بصریوں کے بقول یہ اصل میں ''سِـــمْـــوٌ'' تھا بمعنیٰ علو (بلندی) تخفیف کے طور پر اور چونکہ اس پر متصل حرکات ہیں اسلئے ''واؤ'' کو حذف کیا گیا ہے'' س'' کو ساکن کر کے ابتدا میں ہمزۃ الوصل لگایا گیا ہے تو اِسْمٌ بر وزن اِفْعٌ ہوا۔ (تفسیر روح المعانی 1/45، تفسیر شوکانی 1/8 وغیرہ)

اس طرح اسم اپنے مسمیٰ (رکھے ہوئے نام) کو ظاہر و باہر کرتا ہے چونکہ ''علوّ'' اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی صفت ہے وہ ہمیشہ سے العلی، الاعلیٰ ہے اور رہے گا اور اس کی الاسماء الحسنیٰ (اچھے نام) بھی ہیں جن سے اس کی اعلیٰ شان معلوم ہوتی ہے (تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب ''توحید خالص ص330 تا 434ملاحظہ فرمائیں)

بصریوں کے برعکس کوفیوں کا کہنا ہے کہ اسم کا اصل ''سِـــمَـةٌ'' ہے بمعنیٰ علامت یا نشانی اور اس بنا پر معتزلہ اور ان کے ہمنواؤں کا کہنا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے شروع میں نہ کوئی اسم تھا نہ وصف، پھر جب اس نے مخلوق کو پیدا کیا تو مخلوق نے اللہ کے لیے اسماء اور صفات مقرر کیے۔ اور جب وہ مخلوق کو فنا کرے گا تب خود بغیر کسی صفت اور اسم کے باقی رہے گا۔ یہ معنیٰ پوری امت کے عقیدہ کے خلاف ہے اللہ کی شان اس سے پاک اور بلند ہے۔ (تفسیر قرطبی 1/101)

راقم الحروف کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی سب صفتیں ازلی وابدی ہیں، اور رہیں گی، اور اللہ کا کلام اس کی صفت ہے جو ہر مخلوق سے پہلے موجود تھا اور اس میں ہے کہ:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (الاعراف: 180)

اس لئے پہلا قول صحیح ہے کہ اس کی اصل ''سِمْوٌ'' ہے کیونکہ اس کی تصغیر ''سُمَیٌّ'' اور جمع ''اَسْـــمَـــاءٌ'' ہے یہ دونوں سب چیزوں کو اپنے اصل کی طرف لوٹاتے ہیں اور اگر ''سِمَةٌ'' سے مشتق ہوتا تو ''اِسْمٌ'' کی اصل ''وِسْمٌ'' ہوتی اور اسم کی تصغیر ''وُسَیْمٌ'' اور جمع ''اَوْسَامٌ'' آتی مگر ایسا منقول نہیں ہے۔ (قرطبی 1/101)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امام ابن حزم رحمہ اللہ، کتاب الفصل 5/29 میں فرماتے ہیں" کہ (بصریوں اور کوفیوں کے) یہ دونوں قول صحیح نہیں ہیں۔ اور اسم کا کوئی اشتقاق نہیں بلکہ یہ بھی دوسرے ناموں کی طرح ہے۔ مثلاً حَجَرٌ (پتھر) خَشَبَةٌ (لکڑی) وغیرہ اور اس کو مشتق کہنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی عربوں کے یہاں سے ایسے اجماع کا کوئی ثبوت ہے، ایضاً کتنی حقیر چیزوں کے نام ہیں۔ مثلاً: اَلْکَلْبُ (کتا) اَلْخِنْزِیرُ (سور) اَلْجِیفَةُ (سڑی ہوئی لاش) اَلْقَذْرُ (گندگی) وغیرہ پھر اگر اسم "سِمْوٌ" سے مشتق ہے تو کیا ان ناموں سے ان چیزوں کی شان بلند ہوگی؟ ہرگز نہیں"

فصل: علماء متکلمین نے یہ بحث کی ہے کہ اسم خود مسمّٰی ہے یا نہیں، کچھ کہتے ہیں کہ اسم خود مسمّٰی ہے اور دلیل کے طور پر مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں:

اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلَامِ نِ اسْمُهٗ یَحْیٰی (مریم: 7) اور پھر اس کو مخاطب کیا یَا یَحْیٰی (مریم: 12) اور دوسری آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی (الاعلیٰ: 1) اور تَبَارَکَ اسْمُ رَبِّکَ (الرحمٰن: 78)

مگر یہ قول باطل ہے اور استدلال صحیح نہیں ہے، علامہ خازن تفسیر لباب التاویل 15/1 میں فرماتے ہیں کہ:

"وهٰذا القول ليس بقوى والصحيح المختار ان الاسم غير المسمى وغير التسمية فالاسم ماتعرف بهٖ ذات الشيء وذالک لان الاسم هوالا صوات المقطعة والحروف المؤلفة الدال علىٰ ذات ذالک الشيء المسمى به فثبت بهٰذا ان الاسم غير المسمى وايضاً قدتكون الاسمآء كثيرة والمسمى واحدٌ لقوله تعالىٰ (ولله الاسمآء الحسنىٰ) وقديكون الاسم واحدو المسميات بهٖ كثيرة كالاسماء المشتركة وذٰلک موجب المغايرة وايضاً فقولهٖ (فادعوه بها) أمران يدعى الله تعالىٰ باسمائهٖ فالاسم الة الدعاء والمدعو هو الله تعالىٰ فالمغايرة حاصلة بين ذات المدعو وبين اللفظ المدعو بهٖ وأُجيب عن قولهٖ تعالىٰ (انا نبشرک بغلامِ نِ اسْمُهٗ يحيىٰ) بان المراد ذات الشخص المعبر عنه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیحیٰی لانفس الاسم واجیب عن قولہٖ تعالیٰ (سبح اسم ربک) بان معنیٰ ھذہ الالفاظ یقتضی اضافۃ الاسم الی اللہ تعالیٰ واضافۃ الشیء الیٰ نفسہٖ محال وقیل کما یجیب تنزیہ ذاتہ سبحانہ وتعالیٰ عن النقص فکذالک یجب تنزیہ اسمائہٖ"

یعنی یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ قوی اور مختار قول یہ ہے کہ اسم مسمّٰی کا غیر ہے، نہ کہ عین مسمّٰی کیونکہ اسم وہ ہے جس سے مسمّٰی کی ذات پہچانی جائے اور وہ چند حرفوں کا مجموعہ ہے جو مسمّٰی پر دلالت کرتا ہے۔ نیز کبھی مسمّٰی ایک ہوتا ہے اور اسم کئی ہوتے ہیں اور کبھی اسم ایک ہوتا ہے مگر کئی مسمیات اس میں شریک ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کے کئی اسماء ہیں اسی طرح کئی الفاظ ہیں جن میں ہر ایک کے کئی کئی معنیٰ ہیں۔ اسم اور مسمّٰی دونوں کی مغایرت کے لئے یہ واضح دلیل ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا** (الاعراف: 180) "اللہ تعالیٰ کے کئی اچھے نام ہیں پس اس کو ان ناموں سے پکارا کرو"

ثابت ہوا کہ اسماء، اللہ تعالیٰ کو پکارنے کے لیے باعتبارِ آلہ کے ہیں۔ اور پکارنے کا حکم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس لیے مغایرت بالکل واضح ہے اور اس آیت **اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهٗ يَحْيٰى** (مریم: 7) سے استدلال غلط ہے کیونکہ اس میں خوشخبری ایک شخص کی ہے جس کو اسم یحیٰی سے تعبیر کیا گیا ہے نہ کہ خود اسم کو خطاب ہے اور آیت **سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى** (الاعلیٰ: 1) میں لفظ اسم لفظ اللہ کی طرف مضاف ہے۔ پھر اگر اسم اور مسمّٰی ایک ہوں تو یہ **اِضَافَةُ الشَّيْءِ اِلٰى نَفْسِهٖ** کے باب سے ہوگا، جو کہ محال ہے۔

ایضاً: اللہ کی ذات کی طرح اس کے مبارک نام کی تنزیہ بھی لازمی ہے اور اسی بابت یہاں حکم ہے۔ اس میں سے دونوں کا ایک ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور سلف میں سے جس نے ان دونوں کو ایک کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نام کے ساتھ پکارنے یا یاد کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مراد مسمّٰی ہے جیسے اللہ اکبر کہنے سے مراد اس کی ذات ہے۔
(مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ 16/232)

فصل: اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں ان کے ساتھ اس کو پکارا جائے اور ایسے اچھے ناموں والا اور کوئی نہیں ہے۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (الاعراف: 180)
''اور اللہ کے (سارے) اچھے نام ہیں پس اس کو ان ناموں کے ساتھ پکارا کرو۔''

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (بنی اسرائیل: 110)
''کہہ دو کہ اللہ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو تم جس بھی نام سے پکارو اس کے تو اچھے اچھے نام ہیں۔''

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (طٰہٰ: 8)
''اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سارے نام اچھے ہیں۔''

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (الحشر: 24)
''وہ اللہ پیدا کرنے والا ہے، اندازہ کرنے والا ہے، صورتیں بنانے والا ہے، اسکے (سب) نام اچھے ہیں۔''

اور اللہ کے کسی بھی نام کے ساتھ دعا مانگی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ صحیح ابن حبان میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی تکلیف یا غم اور دکھ پہنچے وہ یہ دعا پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دکھ کو دور فرما کر خوشی نصیب کرے گا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ، نَاصِیَتِیْ بِیَدِکَ، مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَآؤُکَ اَسْئَلُکَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّيْتَ بِهِ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِيْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهِ فِيْ عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ رَبِيْعَ قَلْبِيْ وَنُوْرَ صَدْرِيْ وَجَلَاءَ حُزْنِيْ وَذَهَابَ هَمِّيْ

"اے اللہ! یقیناً میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے ہی بندے اور تیری ہی کنیز کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہی ہاتھ میں ہے مجھ میں تیرا حکم جاری وساری ہے۔مبنی بر انصاف ہے میرے بارے میں تیرا فیصلہ۔ میں تیرے ہر اس خاص نام کے ذریعے تجھ سے درخواست کرتا ہوں جو تو نے خود اپنا نام رکھا ہے یا اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے یا اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو سکھایا ہے یا اسے اپنے ہاں علم غیب میں رکھنے کو ترجیح دی ہے۔ (میں درخواست کرتا ہوں کہ) تو قرآن مجید کو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور بنادے، میرے غم کا علاج اور میرے فکر کا تریاق بنادے۔"

تب صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ کلمات ہم کو یاد کرنے چاہئیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں، جو کوئی بھی سنے اس کو یاد کرنے چاہئیں۔

(موارد الظمان الیٰ زوائد ابن حبان للهیثمی 589)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام بہت ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان میں کچھ ایسے مبارک نام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ اس کے پاس علمِ غیب میں ہیں۔ جن کا علم خاص اسی کو ہے، مگر یاد کرنے اور پڑھنے کے لیے صرف ننانوے ناموں کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ بخاری ومسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

ان لله تسعة وتسعين اسما مأة الا واحدة من احصاها دخل الجنة (مشكوٰة: 199)

"تحقیق اللہ کے ننانوے (یعنی) ایک کم سو، مبارک نام ہیں جو شخص ان کو یاد کرے گا، وہ بہشت میں داخل ہوگا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ اس لئے کہ یاد کرنے والا بار بار ان مبارک ناموں کو پڑھتا رہے گا تو ان کا قلب اللہ کی طرف متوجہ ہوتا رہے گا کیونکہ ہر نام سے اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی قدرت یا مہربانی اور دین ظاہر ہوتی رہے گی۔

اور چونکہ اس کا دل اللہ کے بارے میں بالکل مخلص رہے گا اور وہ اس کی مہربانیاں دیکھ کر اعمال صالحہ میں جلدی کرتا رہیگا۔ اور اس کے غضب وقہر کو دیکھ کر اپنے گناہوں سے توبہ کرتا رہے گا۔ ایسے شخص کے لئے یقیناً بہشت ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان اللہ کے حکم کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور وہ نام ترمذی 1/189 میں مذکور ہیں، جن کو مختصر تشریح کے ساتھ یہاں ذکر کیا جاتا ہے، اور تشریح کے لئے امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب الاسمآء والصفات اور امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب المقصد الاسنیٰ شرح اسماء الحسنٰی اور امام بونی رحمہ اللہ کی شرح اسماء اللہ اور امام ابواسحاق زجاج رحمہ اللہ کی تفسیر اسماء اللہ الحسنٰی وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

ترمذی کتاب الدعوات میں حدیث اس طرح ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان للہ تسعۃ و تسعین اسما مائۃ غیر واحدۃ مَنْ احصاھا دخل الجنۃ ھواللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر الخالق الباریءُ المصور الغفار القھار الوھاب الرزاق الفتاح العلیم القابض الباسط الخافض الرافع المعز المذل السمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشکور العلی الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث الشھید الحق الوکیل القوی المتین الولی الحمید المحصی المبدیءُ المعید المحی الممیت الحی القیوم الواجد الماجد الواحد الصمد القادر المقتدر المقدم المؤخر الاول الأخر الظاھر الباطن الوالی المتعالی البر التواب المنتقم العفو الرؤف مالک الملک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذوالجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی المانع الضار النافع النور الھادی البدیع الباقی الوارث الرشید الصبور

یہ حدیث ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔ (موارد الظمان ص 592) اور حاکم نے مستدرک ص 16 میں اس کو صحیح کہا ہے۔ اور امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص میں اس کی موافقت کی ہے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے لیے شاہد کے طور پر دوسری سند بھی ذکر کی ہے۔

﴿اَللّٰہُ﴾

یہ رب العالمین کی ذات بابرکت کا ذاتی اسم ہے جو سب ناموں میں بڑا اور جامع ہے۔ کوئی اور ذات اس نام سے منسوب نہیں۔

هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (مریم: 65)

بھلا تم اس کا کوئی ہمنام جانتے ہو؟

یہی سبب ہے کہ اس کا نہ تثنیہ ہے اور نہ ہی جمع، اور اس کے معنیٰ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

فاللہ اسم للموجود الحق الجامع لصفات الٰھیه المنعوت بنعوت الربوبیة المنفرد بالوجود الحقیقی لا الہ الا ھو سبحانه وقیل معناہ الذی یستحق ان یعبد وقیل معناہ واجب الوجود الذی لم یزل ولا یزال والمعنی واحد.

"اللہ اس موجود بادشاہ کا نام ہے جو حق، سچا اور تمام صفات الٰہیہ کا جامع، ربوبیت کے تمام اوصاف سے موصوف، وجود حقیقی میں منفرد، جس کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ وہ ہے جو تمام مخلوقات کی بندگی کا مستحق ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ واجب الوجود یعنی جس کا ازل تا ابد تک موجود رہنا ضروری ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ مذکورہ تمام معانی کا ماحصل ایک ہی ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل: اس اسم مبارک کے اشتقاق کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ ایک قول کے مطابق اس کا اصل ﴿اِلٰہٌ﴾ بروزن ﴿فِعَالٌ﴾ ہے، بعد میں اس پر الف اور لام بعوض ہمزہ کے داخل کئے گئے ہیں، جیسے ﴿اُنَاسٌ﴾ سے ﴿اَلنَّاس﴾ اور بعض نے کہا کہ اصل ﴿اَلِاِ لٰہُ﴾ ہے، ﴿اِلٰہُ﴾ کے ہمزہ کو حذف کر کے لام کو لام میں ادغام کیا گیا تو ﴿اللہ﴾ بن گیا۔ اس اصل کے مطابق ﴿اِلٰہٌ﴾ کا اصل ﴿وِلَاہٌ﴾ ہوگا اور ہمزہ واؤ سے بدل ہے جیسے ﴿وِشَاحٌ﴾ سے ﴿اِشَاحٌ﴾ اور ﴿وِسَادَةٌ﴾ سے ﴿اِسَادَةٌ﴾۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اسم علم خاص اور جامد ہے، جس کا کوئی اشتقاق نہیں۔ بیشتر علماء کا یہی خیال ہے۔ مثلاً امام شافعی، ابوالمعالی، امام الحرمین، ابوسلیمان خطابی، ابوحامد غزالی اور مفضل رحمہم اللہ وغیرہم۔ استاد النحو خلیل نیز سیبویہ سے بھی ایک روایت میں یہی قول منقول ہے۔ (القرطبی ص 3-102 ج 1)

راقم الحروف کا بھی یہی خیال ہے کہ تحقیق کے مطابق آخری قول صحیح ہے اور اس قسم کے اشتقاق کے لئے کوئی دلیل نہیں، اس قسم کے تکلف کی بھی کوئی ضرورت نہیں بلکہ خود اس کے خلاف دلائل موجود ہیں۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے امام خطابی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

> والدليل على ان الالف واللام من بنية هذا الاسم ولم يدخلا للتعريف دخول حرف النداء لا تجتمع مع الالف وحروف النداءِ عليه كقولك يا الله وحروف النداءِ لا تجتمع مع الالف و اللام للتعريف الاترى انك لا تقول يا الرحيم كما تقول يا الله فدل على انهما من بنية الاسم.
>
> ''یعنی اس کے لئے سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس پر حرف نداء ''یا'' داخل ہوتا ہے جیسے یا اللہ، مگر کسی دوسرے نام پر معرف باللام ہونے کی صورت میں یا حرف ندا داخل نہیں ہوگا۔ مثلاً یا الرحمن، یا القدوس، یا الکریم، یا الغفار، یا الشکور وغیرہ نہیں کہا جائے گا بلکہ یا رحمان، یا قدوس، یا کریم، یا غفار، یا شکور وغیرہ کہا جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ لفظ اللہ میں الف لام تعریف کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کے اصلی بناء کے حروف میں شامل ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء نحو نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ منادیٰ معرف باللام اور حرف نداء دونوں ایک ساتھ جمع نہ ہوں گے بلکہ اس صورت میں حروف نداء اور منادیٰ کے درمیان میں کلمہ "ایھا" بڑھایا جائے گا اگر مذکر ہو، اور اگر مؤنث ہے تو کلمہ "ایتھا" بڑھایا جائے گا۔ (الکافیہ لابن حاجب ص 25، متن متین ص 118، الفیہ ابن مالک مع شرح ابن عقیل وشرح البھجة المرضیة للسیوطی ص 140، المفضل للزمخشری ص 41، ملحقة الاعراب لابی القاسم الحریری ص 78وغیرھم)۔ علامہ خازن نے اپنی تفسیر ص15ج 1میں اسے جمہور کا قول قرار دیا ہے۔ علامہ فیروز آبادی القاموس ص 280ج4میں لکھتے ہیں کہ واصحھا انه علم غیر مشتق یعنی صحیح قول یہ ہے کہ لفظِ اللہ علم غیر مشتق ہے۔

الحاصل: لفظ اللہ، اللہ کا خاص ذاتی نام ہے اور اَلْاِلٰہ اس کا صفاتی نام ہے جس کے مختلف اشتقاق بتائے گئے ہیں جو سب تقریباً ہم معنیٰ ہیں۔

(1) اَلَہَ (لام کے زبر کے ساتھ) بمعنی عبد یعنی بندگی کی۔ اور الھة، الوھة اور الوھیة اس کے مصادر ہیں اور اسی سے ماخوذ ہے تَاَلَّهَ بمعنی تعبد یعنی بندہ ہوا، اور استَألَهَ بمعنی استعبد یعنی بندہ بنایا۔ (القاموس ص280ج 4) اس طرح الٰہ کے معنی ہونگے معبود اور عبادت کے لائق۔

(2) اِلِہ (لام کی زیر کے ساتھ) بمعنی تحیر یعنی حیران ہوا (الصحاح للجوہری ص 2224ج 4) اور الٰہ کے معنی ہوں گے وہ ذات جس کے ادراک اور معرفت کیلئے سب عقلیں حیران ہیں۔

(3) اِلِہ (لام کی زیر کے ساتھ) بمعنی فزع یعنی پناہ لی۔ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ ذات جس کی ہر مصیبت ومشکل میں پناہ لی جائے۔ جیسے: الہ یالہ الی کذا ای لجأالیه، قال الشاعر: الھت الینا والحوادث جمعة وقال الاخر الھت الیھا والرکائب وقف (لسان العرب ص429 ج 13)

(4) الھت الی فلان سکنت الیه (روح المعانی 1/ 53) یعنی اس میں سکون اور اطمینان کے معنی بھی ہیں اور الٰہ وہ ہے جس کے گھر آنے، عبادت کرنے اور ذکر کرنے سے مؤمن کو سکون اور اطمینان حاصل ہو، جس طرح فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد: 28)

آگاہ رہو! دلوں کو اطمینان اللہ کے ذکر ہی سے ملتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(5) الـه الـفـصـيل اذا ولع بامـه (روح المعانی 1 / 53) اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کی طرف شوق سے آیا۔ گویا کہ الٰہ وہ ہے جس کی طرف بندے شوق سے آئیں اور اس کی محبت اور کشش بندوں کو اس کے دروازے تک لے آئے۔

لسان العرب ص 468 ج 3 میں ہے کہ:

ان الـخـلـق يـولهون اليه في حوائجهم ويتضرعون اليه فيما يـصـيبهـم ويفزعون اليه في كل ماينوبهم كما يوله كل طفل الى امه.

''یعنی اللہ کی مخلوق اپنی حاجات کے لئے اس کے در کی محتاج و مجبور ہے اور مصیبت و مشکل کے وقت اس کے آگے تضرع و عاجزی کرتے ہیں اور حادثات کے وقت اس کی طرف لپکتے ہیں جیسے بچہ اپنی ماں کی طرف بھاگتا ہے۔''

اسی صفحہ پر ابوالہیثم سے منقول ہے کہ:

ولا يـكـون الٰها حتىٰ يكون معبودا وحتى يكون لعابده خالقا ورازقـا ومـدبـرا وعليه مقتدرا فمن لم يكن كذالك فليس باله وان عبد ظلما بل هو مخلوق ومتعبد.

''یعنی الٰہ وہ ہے جو معبود ہو اور اپنے عابد کے لئے خالق، رازق اور تدبیر کرنے والا ہو اور اپنے بندوں پر ہر طرح قدرت رکھنے والا ہو اور جس میں یہ صفات نہ ہوں تو وہ الٰہ نہیں ہوسکتا اگرچہ ظلم و استبداد سے اس کی بندگی بھی کی جائے۔ تب بھی وہ مخلوق اور بندہ ہی ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

یعنی یہ اللہ کا صفاتی نام ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ وہی ایک اللہ ہے اور کوئی دوسرا اس صفت میں اس کا شریک نہیں۔ اس لئے یہی وجہ ہے کہ مسلمان کے علاوہ کافر اور اسلام سے پہلے دور جاہلیت میں بھی اللہ صرف اس ذات کو کہتے تھے جس کے اسماء الحسنٰی ہیں۔ اور جن کو مشرک پوجتے تھے انہیں اللہ نہیں بلکہ الٰہ کہتے تھے جس کی اس کلمے میں نفی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لسان العرب ص 469 ج 3 میں ہے:

تفرد سبحانه بهذا الاسم لايشركه فيه غيره فاذا قيل الا له انطلق على الله سبحانه وعلىٰ مايعبد من الاصنام و اذا قلت الله لم ينطلق الا عليه سبحانه وتعالىٰ. (وهكذا في تاج العروس ص 375 ج 9)

''یعنی اللہ صرف ایک سبحانہ وتعالیٰ کا نام ہے جس میں کوئی اور شریک نہیں۔ جب کہ الا لہ، اللہ سبحانہ تعالیٰ اور اس کی علاوہ ہر وہ چیز جس کی پوجا کی جاتی ہے سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے لیکن اللہ کا اطلاق سوا اس باری تعالیٰ کے کسی اور پر نہیں ہوتا۔''

اس لئے قرآن میں ہے کہ:

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (القصص: 88)

''اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکار اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (بنی اسرائیل: 39)

''اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک مت بنا۔''

اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ (الانعام:19)

''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میں تو گواہی نہیں دیتا آپ یہ بھی کہہ دیں کہ وہی ایک معبود ہے۔ بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک کرتے ہو۔''

ءَ اِلٰهٌ معَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

(النمل: 64)

''کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ اے نبی ﷺ کہہ دیں اگر سچے ہو تو کوئی دلیل لاؤ۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (الحشر: 23)

"وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

یعنی اللہ کے سوا کوئی اور الٰہ نہ بناؤ، نہ پکارو اور نہ ہی اس کے سوا اور کوئی الٰہ ہے بلکہ وہی ایک اللہ ہے۔

فصل: اسمِ مبارک ﴿اللہ﴾ سب ناموں میں سے زیادہ شان والا اور جامع ہے۔ اس لئے اس کو اسمِ اعظم کہا جاسکتا ہے۔ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جو کہ تقریباً چالیس کی تعداد میں ہیں۔ (تحفة الذاکرین فی عدة الحصن الحصین للشوکانی ص 62)

یہاں ہم مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب اسماء اللہ تعالیٰ الفصل الثانی سے صرف تین احادیث ذکر کرتے ہیں جو اسماء باری تعالیٰ کے بارے میں ہیں۔ یہ احادیث فصل ثانی میں صاحب مشکوٰۃ لائے ہیں اور سب کی سب صحیح ہیں۔

1. عن بریدة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سمع رجلا یقول اللھم انی اسئلک بانک انت اللہ لا اله الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد فقال دعا اللہ باسمه الاعظم الذی اذا سئل به اعطی واذا دُعی به اجاب. (رواه الترمذی وابوداؤد)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے سنا: اے اللہ! میں تجھ سے اس لئے سوال کرتا ہوں کہ تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں تو اکیلا ہے، بے نیاز ہے جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ اسے جنا گیا۔ اور اس کی برابری کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم (بہت بڑے نام) کے ساتھ دعا کی ہے اور اسم اعظم کے وسیلے سے جب اللہ تعالیٰ سے مانگا جاتا ہے تو وہ عطا فرماتا ہے اور جب اس سے دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول فرماتا ہے۔

یہ حدیث نسائی اور ابن ماجۃ میں بھی ہے۔ ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو درج کیا ہے۔ اور حاکم اس حدیث کو مستدرک میں لاکر کہتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔ امام منذری رحمہ اللہ اپنے استاد ابوالحسن مقدسی سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی سند میں کسی طعن اور جرح کی گنجائش نہیں اور حافظ ابن حجر اس باب میں تمام روایات کے مقابلے میں اسے راجح قرار دیتے ہیں۔ (تحفۃ الذاکرین ص 62)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2. عن انس قال كنت جالسا مع النبي صلى الله عليه وسلم في المسجد ورجل يصلي فقال اللهم اني اسئلك بان لك الحمد لا اله الا انت الحنان المنان بديع السموات والارض يا ذالجلال والاكرام يا حيّ يا قيوم اسئلك فقال النبي صلى الله عليه وسلم دعا الله باسمه الاعظم الذى اذا دعىٰ به اجاب واذا سئل به اعطىٰ. (رواه الترمذى وابو داؤد والنسائى وابن ماجه)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور یوں دعا مانگی یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ تو تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو بڑا مہربان، احسان کرنے والا زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا، اے بزرگی اور بخشش کے مالک! اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور دنیا کو قائم رکھنے والے اور برقرار رکھنے والے! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے اللہ سے اسم اعظم کے واسطے سے دعا مانگی ہے اور اسم اعظم وہ ہے کہ جس کے وسیلے سے دعا مانگی جائے تو قبول کرتا ہے۔ اور جب اس کے واسطے سے سوال کیا جاتا ہے تو عطا فرماتا ہے۔"
اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ اور حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ (تحفۃ الذاکرین ص63)

3. عن اسما بنت يزيد (رضى الله عنها) ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اسم الله الاعظم في هاتين الايتين: والهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحيم وفاتحة آل عمران الٓمّٓ الله لا اله الا هو الحى القيوم (رواه الترمذى وابوداؤد وابن ماجة والدارمى)

سیدۃ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا بڑا نام (اسم اعظم) ان دو آیتوں میں ہے (1) (ترجمہ) تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بہت مہربان ہے۔ (البقرۃ:163) (2) سورہ آل عمران کے شروع کی آیت (ترجمہ) الٓمّٓ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا دنیا کو قائم رکھنے والا ہے۔
(آل عمران:2-1)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ضمن میں دیگر روایات بھی ہیں لیکن ان میں جرح اور کلام ہے۔ ان تینوں دعاؤں کو پڑھنے سے اسم اعظم کا پڑھنا نصیب ہوگا۔ وللہ الحمد۔

فائدہ 1: عام طور پر صوفی اور وجودی اس اکیلے نام کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی اللہ اللہ کا ورد کرتے ہیں۔ اس کا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثبوت تو درکنار بلکہ سلف الصالحین القرون مشہود لہم بالخیر میں بھی ہمیں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (الرد علی المنطقین ص 35) میں فرماتے ہیں۔

فاما الاسم المفرد فلا یکون کلاما مفیدا عند احد من اهل الارض بل ولا اهل السماءِ وان کان وحده کان معه غیره مضمراً او کان المقصود به تنبیها او اشارة کما یقصد بالاصوات التی لم توضع لمعنی لانه یقصد به المعانی التی تقصد بالکلام ولهذا عد الناس من البدع ما یفعله بعض النساک من ذکر اسم "الله" وحده بدون تالیف کلام فان النبی صلی الله علیه وسلم قال افضل الذکر لا اله الا الله وافضل الدعاء الحمدلله (رواه ابو حاتم فی صحیحه) وقال افضل ما قلت انا والنبیون من قبلی لا اله الا الله وحده لاشریک له له الملک وله الحمد وهو علیٰ کل شیء قدیر (رواه مالک وغیره) وقد تواتر عن النبی صلی الله علیه وسلم انه کان یعلم امته ذکر الله تعالیٰ بالجملة التامة مثل سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر (رواه مسلم) وفی صحیح مسلم عنه صلی الله علیه وسلم انه قال لإن اقول سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر احب الی مما طلعت علیه الشمس وقال من کان آخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنة وامثال ذالک.

فظن طائفة من الناس ان ذکر الاسم المفرد مشروع بل ظن بعضهم افضل فی حق الخاصة من قول لا اله الا الله ونحوها وظن بعضهم ان ذکر الاسم المضمر وهو "هو" هو افضل من ذکر الاسم المظهر واخرجهم الشیطان ان یقولوا لفظالایفید ایمانا ولاهدی بل دخلوا بذالک فی مذهب اهل الزندقة والالحاد اهل وحدة الوجود الذین یجعلون وجود المخلوقات وجود الخالق ویقول احدهم لیس الا "الله" و "الله" ونحو ذالک و ربما احتج بعضهم علیه بقوله تعالیٰ قل الله ثم ذرهم فی خوضهم یلعبون ٥ وظنوا انه مأمور بان یقول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الاسم مفردا وانما هو جواب الاستفهام حيث قال الله تعالىٰ وما قدروا الله حق قدره اذ قالوا ما انزل الله علىٰ بشر من شيء قال الله تعالىٰ قل من انزل الكتاب الذي جاء به موسى نورا وهدى للناس تجعلونه قراطيس تبدونها وتخفون كثيرا وعلمتهم مالم تعلموا انتم ولا آباؤكم قل الله اى الله انزل الكتاب الذي جاء به موسىٰ.

یعنی لفظ اللہ بغیر کوئی کلمہ ملائے نہ آسمان والوں اور نہ زمین والوں کے نزدیک مفید ہے اور جہاں بھی اکیلا استعمال ہوا ہے تو وہاں اس کے ساتھ کلمہ مضمر ضرور ہے۔ یا تو کسی جملے کی طرف تنبیہ یا اشارہ کی صورت میں ہوگا۔ اس لئے علماء نے صوفیوں کے عام ذکر ''اللہ'' کو بغیر کسی اور جملے کے ساتھ، بدعت کہا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ مکمل جملوں کو بیان فرمایا ہے۔ مثلاً سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. جن سے کوئی معنیٰ یا مفہوم ظاہر ہوتا ہو، آپ ﷺ نے انہی کو اچھا ذکر اور اللہ کے یہاں عمدہ کلمے کہا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے اپنا اور سابقہ انبیاء کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ جس کلمے کو انسان کے خاتمے کے وقت جنت میں جانے کا باعث بتلایا ہے وہ بھی لا الہ الا اللہ بتلایا ہے نیز جس کلمے کے کہنے سے ان شاء اللہ جنت میں داخل ہوگا وہ بھی آپ نے ''لا الـــه الا الله'' بتایا ہے۔ بعض نے ''اللہ'' کے نام کے اکیلے ذکر کو شرعی کہا ہے۔ اور بعض نے ''ھُوھُو'' کے ذکر کو اپنے خواص کے لئے مخصوص کیا ہے اور اسے بہت بابرکت سمجھا ہے اسی طرح شیطان نے انہیں اصل ذکر (جس سے کوئی صحیح معنی ظاہر ہو یا عقیدے کی تجدید و توفیق ہو) سے گمراہ کرکے خالی الفاظ کے پھندوں میں پھنسادیا ہے جن سے نہ یقین کا فائدہ ہو اور نہ ہی ہدایت کا۔ یوں وہ الحاد، زندقہ اور وحدۃ الوجود جیسے مہلک مذاہب میں داخل ہوتے ہیں جو مخلوق کے وجود کو خالق کا وجود سمجھتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) اور یہ کہتے رہتے ہیں کہ لَیْسَ اِلَّا اللهُ یعنی اللہ کے سوا کسی کا وجود نہیں۔ اور ان میں سے بعض قرآن کریم کی اس آیت سے دلیل لیتے ہیں کہ قُلِ اللهُ (الانعام: 91) تو کہہ کہ اللہ۔ حالانکہ یہ سراسر اختلاس اور قرآن کریم میں ناجائز تصرف ہے کیونکہ پوری آیت سورہ انعام میں یوں مذکور ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا وَّعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ (الانعام: 91)

''اور ان (یہودیوں) نے اللہ کی قدر جیسے جاننی چاہیئے تھی نہ جانی۔ جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بھی آدمی پر کچھ نازل نہیں کیا۔ اے پیغمبر! ان سے کہہ دیجئے وہ کتاب کس نے نازل کی جو موسیٰ لائے تھے؟ جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی۔ جسے تم ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہو۔ اس کے کچھ حصے کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو اور تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ کہہ دو اللہ (نے کتاب کو نازل کیا ہے) پھر ان کو چھوڑ دو کہ اپنی بیہودہ بکواس میں کھیلتے رہیں۔''

پوری آیت سے بات واضح ہوتی ہے کہ یہ ایک جملے کا جواب ہے اور تنبیہ کی گئی کہ وہ اللہ کی ذات ہے جس نے اس کتاب کو نازل کیا ہے۔ بہر حال صوفیاء کے اکثر دلائل اسی طرح کے ہوتے ہیں، دھوکے اور تحریف پر مبنی۔ وَاللّٰهُ الْهَادِيْ اِلٰى سَوَآءِ السَّبِيْلِ.

فائدہ 2: یہ اسم مبارک ذاتی ہے عربی اور دیگر زبانوں میں اسی طرح مستعمل ہے۔ تحریر ہو یا تقریر، اللہ کا مترادف لفظ کسی بھی زبان میں نہیں ہے۔ دوسری زبانوں میں جو بھی الفاظ استعمال ہوتے ہیں وہ سب معبود یعنی الٰہ کے معنیٰ میں ہیں۔

مصباح اللغۃ ص15 میں ہے: اَلْاِلٰـهُ مَعْبُوْدٌ جَمْعُ اٰلِهَةٌ. ''اللہ ذات واجب الوجود کا نام ہے۔''

اسی طرح فارسی زبان میں ﴿خدا﴾ کا لفظ ہے لیکن اس سے مراد بھی صفاتی نام ہے۔ غیاث اللغات ص174 میں ہے۔

خدا بالضم بمعنی مالک و صاحب چوں لفظ خدا مطلق باشد بر غیر ذات باری تعالیٰ اطلاق نہ کنند مگر در صور تیکہ بچیزے مضاف شود چونکہ خدا وہ خداو گفتہ اندکہ خدا بمعنے خود آیند است چہ مرکب ست از کلمہ خود و کلمہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آصفہ امر ست از آمدن و ظاہر ست کہ امر بترکیب اسم معنی اسم فاعل پیدا میکند و چوں حق تعالیٰ بظہور خود بدیگرے محتاج نیست لہذا بایں صفت خوانند از رشیدی وخیابان وخان آرزو در سراج اللغات نیز از علامہ دوانی و امام فخر الدین رازی ہمین نقل کردہ۔

"خدا (خ کی پیش کے ساتھ) یعنی مالک اور ساتھی اور اس اکیلے لفظ کا سوائے اللہ کی ذات کے اور کسی کے لئے استعمال نہ ہوگا۔ مگر اور لفظ کے ساتھ مضاف کرکے اسے غیر اللہ کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً: خدا یعنی گھر کا مالک، عزت والا، یا خدا بمعنی رئیس و بزرگ (برہان قاطع ص 241،243 ج2) اور کہتے ہیں کہ خدا بمعنی خود آئندہ (خود آنے والا) یہ لفظ مرکب ہے دو کلمات کا "خود" اور "آ" سے، "آ" امر کا صیغہ ہے لیکن دوسرے کلمے کے ملنے سے اسم فاعل کے معنے دیتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بغیر کسی کی محتاجی کے ظاہر کی ہیں اسی لئے اسے "خدا" کہتے ہیں۔"

علامہ محمد حسین البرہان کتاب برہان قاطع 62 ج1 میں لکھتے ہیں: "وبا ذال نکتہ دار ہم خواندہ اند" یعنی لفظِ خدا کو خذا ذال سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ جیسے ہمارے یہاں بلوچ خذا کہتے ہیں۔

اس بحث سے یہ ثابت ہوا کہ یہ لفظ صفاتی ہے اور اللہ کے مختلف معنوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ: مالک ساتھی، رفیق وغیرہ اور یہ لفظ اسم اللہ کے مترادف یا ہم معنی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی میں لکھتے اور پڑھتے وقت اسم اللہ استعمال ہوتا ہے مگر یہ لفظ یعنی خدا پڑھتے اور لکھتے وقت الٰہ کے معنیٰ میں استعمال ہوسکتا ہے۔

اسی طرح انگریزی زبان میں لفظ "گاڈ" "GOD" بھی الٰہ کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے یعنی معبود۔ مگر لفظ اللہ کا مترادف نہیں۔ المورد انگریزی عربی، مصنف منیر البعلبکی ص 393 میں ہے۔ GOD: (1) الٰہ، رب، معبود (2) حاکم، قوی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیروز اللغات ص 1044 میں (GOG) گاڈ بمعنی خدا لکھا ہے۔
بیمس شارٹر پرشن انگلش ڈکشنری ص 259 میں خدا کے معنی گاڈ "GOD" لکھے ہوئے ہیں۔ثابت ہوا کہ انگریزی کا لفظ گاڈ (GOD) بھی الٰہ کے معنی میں ہے، مگر اللہ کا بدل یا مترادف نہیں ہے۔ علامہ مرمدک پکتھال (Marmaduke Pikkthal) قرآن مجید کے انگریزی ترجمے کے شروع میں ص 4 پر سورہ فاتحہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> *"Translator's note: I have retained the word ALLAH throughout because there is no corresponding word in English. The word Allah (the stress is on the last syllable) has neither femenine not plural and has never been applied to any thing other than the unimaginable supreme being. I use the word "God" only where the corresponding word ALLAH is found in the Arabic."*
>
> "میں نے پورے ترجمے میں لفظِ اللہ جوں کا توں رکھا ہے کیونکہ انگریزی زبان میں لفظِ اللہ کا کوئی مترادف لفظ نہیں۔ لفظِ اللہ کی نہ مؤنث ہے اور نہ ہی اس کی جمع ہے۔ یہ لفظ سوائے اس اعلیٰ و برترہستی کے کہ جس کی ذات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کسی اور کے لئے کبھی استعمال نہیں ہوسکتا۔ میں نے اپنے ترجمے میں لفظ گاڈ (GOD) صرف وہاں استعمال کیا ہے جہاں اس کا مترادف لفظ اللہ عربی میں استعمال ہوا ہے۔"

گذشتہ صفحات میں یہ بحث ہوچکی کہ لفظِ اللہ کا کوئی اشتقاق نہیں، نہ اس کی مؤنث ہے نہ تثنیہ اور نہ ہی اس کی جمع ہے۔ جبکہ لفظ الٰہ کا اشتقاق بھی ہے اور اس کیلئے تثنیہ اور جمع کے الفاظ بھی ہیں۔

مترجم موصوف نے جہاں بھی لفظِ اللہ آیا ہے وہاں انگریزی میں بھی وہی لفظ لکھا ہے۔ البتہ لفظِ الٰہ کے معنی گاڈ (GOD) لکھے ہیں۔ یہاں کچھ مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(آل عمران: 62)

"No God save Allah and the Allah is the mighty, the wise."

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ

(النحل: 51)

"Allah have Said: Choose not two Gods, there is one God, so of Me, Me only, be in awe."

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(محمد: 19)

"So know (O Mohammad) that there is no God save Allah."

اس آیت میں دونوں نام ذکر کئے گئے ہیں، اسم مبارک اللہ کو اصل لفظ سے ادا کیا گیا ہے اور لفظ الٰہ کا ترجمہ گاڈ (GOD) یعنی معبود کیا گیا ہے۔ اس لئے انگریزی میں لکھتے اور پڑھتے وقت لفظِ اللہ کو بھی (ALLAH) ہی لکھا اور پڑھا جائے گا۔ مگر لفظ الٰہ کے معنیٰ میں لفظ (God) استعمال کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح ہندی اور سنسکرت زبانوں میں بھی اسم اللہ کا کوئی مترادف نہیں۔ پرمیشور، پرماتما، ایشور، اور بھگوان ان میں سے بھی کوئی لفظ، لفظ اللہ کا متبادل نہیں۔

پرمیشور کے معنی سرتاج اللغہ ص 220 میں خدا اور پرماتما، اور فیروز اللغات ص 325 میں اعلیٰ روح اور خدا لکھا ہے۔ ایشور کے معنی سرتاج اللغہ ص 142 اور فیروز اللغات ص 169 میں خدا لکھا ہے اور بھگوان کے معنی فیروز اللغات ص 266 میں خدا تحریر ہے۔

سوامی دیا نند، ستیارتھ پرکاش ص 24 میں لکھتے ہیں، بھج بمعنے خدمت و پرستش، جس کی اختیار میں تمام دولت و قدرت ہے اور جو پرستش کے قابل ہے، وہ ایشور بھگوان کے نام سے موسوم ہے۔

تمام الفاظ جن کے معنیٰ اوپر لکھے گئے ہیں اگر ان کو تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی وہ لغایۃ (بالآخر) لفظِ الٰہ کے مترادف ہوں گے۔ لیکن اگر لفظِ بھگوان کا تجزیہ کیا جائے تو سنسکرت زبان میں اس کے معنیٰ اور ہوتے ہیں۔ یہ لفظ دو الفاظ کا مرکب ہے۔ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بھگ'' جس کے معنی فیروز اللغات ص265 میں ہے'' عورت کی اندام نہانی'' اور دوسرا لفظ ''وان'' جس کے بارے میں ص 260 میں لکھا ہے کہ ''یہ ہندی کا لفظ ہے اور مذکر ہے اور معنی ہیں ''والا'' کسی اہم اسم کے ساتھ اس کے آخر میں استعمال ہوتا ہے''۔ اس طرح بھگوان کے معنی ہوں گے ''زنانہ مخصوص عضو والا''۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہندو ''لنگ'' یا دیوں کی پوجا بھی کرتے ہیں جبکہ دیوی، دیوتا کی مؤنث ہے۔ بمعنی کنواری، رانی یا کباز اور نیک خاتون (سرتاج اللغات ص417، فیروز اللغات ص 680) اور دیوتا، ہندی لفظ ہے۔ جس کے معنی خدا کا اوتار، بزرگ اور فرشتہ کے ہیں۔ (فیروز اور سرتاج صفحہ مذکورہ) الغرض سنسکرت میں بھی اسم ذاتی اللہ ہی لکھنا ہوگا۔ اور اوپر ذکر کئے گئے کسی بھی نام کو اللہ کے مترادف سمجھنا یا لفظِ اللہ کی جگہ لکھنا اور پڑھنا غلط ہوگا۔

عبرانی یا سریانی زبان میں لفظ ''ایل'' یا ''ال'' مستعمل ہے مگر اس میں بھی ربوبیت کے معنی ہیں، اس لئے وہ بھی الٰہ یا رب کا ترجمہ ہوگا، مگر اسم اللہ کا کوئی مترادف نہیں کیونکہ ﴿ ال ﴾ بمعنی'' الربوبية'' ہے۔ لسان العرب ص26 ج 11 میں ہے۔

قال الفرأء الال القرابة والذمة العهد وقيل هو من اسماء الله عزوجل قال وهٰذا ليس بالوجه لان اسماء الله تعالىٰ معروفة كما جاءَت في القرآن وتليت في الاخبار قال ولم نسمع الداعي يقول في الدعاءِ يا ال كما يقول يا الله ويا رحمن و يارحيم ويا مؤمن يا مهيمن

''استاد فراء کا کہنا ہے کہ لفظ ''ال'' بمعنی قرابت (رشتہ داری) اور ذمہ داری اور عہد و اقرار کے لئے بھی ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ''ال'' اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام مشہور و معروف ہیں۔ جیسا کہ ان کا بیان قرآن و حدیث میں ہے۔ مگر کسی میں بھی یہ نام نہیں۔ اسی طرح دعا مانگنے والے یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم وغیرہ۔ ناموں سے پکارتے ہیں۔ مگر کسی بھی دعا مانگنے والے سے کبھی ''یا ال'' نہیں سنا۔''

امام راغب رحمہ اللہ ''المفردات'' ص19 میں فرماتے ہیں۔

وقيل إل إيل اسم الله تعالىٰ وليس ذالك بصحيح.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کہا گیا ہے کہ "اِل" اور "اِیل" اللہ کے نام ہیں۔ مگر یہ بات درست نہیں۔"

بہرحال یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی بھی زبان میں اسم اللہ کے لئے کوئی بھی مترادف لفظ نہیں۔ جو بھی الفاظ ذکر کیے گئے ہیں ان سب کے اشتقاق ہیں اور ان کے مؤنث اور تثنیہ اور جمع کے صیغے بھی ہیں۔ مگر اسم اللہ کے لئے نہ مؤنث ہے نہ تثنیہ یا جمع اور نہ ہی اشتقاق، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ اس لئے ہر زبان میں لفظ اللہ اپنی اصلی حالت میں پڑھا جائیگا اور لکھا جائے گا۔ البتہ دیگر صفات کا ترجمہ دوسری زبانوں میں ہوسکتا ہے۔

فائدہ 3: اسم مبارک ﴿اللہ﴾ تمام اسماء الحسنٰی کے معانی کو مستلزم ہے اور اجمالی طور پر ان سب پر دلالت کرتا ہے اور دیگر سب اسماء اس کی تشریح ہیں۔ (مدارج السالکین لابن القیم ص32 ج1)

﴿اَلرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾

(بہت بڑا مہربان۔ نہایت رحم والا)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں ص642 ج2 کتاب التفسیر کے آغاز میں فرماتے ہیں:

الرحمٰن الرحیم اسمان من الرحمة الرحیم والراحم بمعنیٰ واحد کالعلیم والعالم.

"یہ دونوں نام رحمت (مصدر) سے مشتق ہیں۔ رحیم اور راحم (رحم کرنے والا) ہم معنیٰ ہیں۔ جیسے علیم اور عالم بمعنیٰ علم رکھنے والا یا جاننے والا۔"

امام اللغہ اسماعیل الجوہری رحمۃ اللہ علیہ، الصحاح 5/939 میں فرماتے ہیں:

الرحمٰن الرحیم اسمان مشتقان من الرحمة ونظیرهما فی اللغة ندیم وندمان وهما بمعنیٰ واحد ویجوز تکریر الاسمین اذا اختلف اشتقاقهما علیٰ جهة التوکید کما یقال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلان جادٌّ مجدٌّ الا ان الرحمن اسم مختص لله تعالیٰ ولایجوز ان یسمی به غیره الا تریٰ انه تبارک وتعالیٰ قال "قُلِ ادْعُوا اللهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ" فعادل به الاسم الذی لایشرکه فیه غیره"

دونوں صفات رحمت سے مشتق ہیں اور لغت میں ان کی نظیر موجود ہے جیسے ندیم اور ندمان یعنی نادم اور پشیمان اور دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ دو ناموں کا تکرار تاکید کی خاطر جائز ہے اگرچہ دونوں کا اشتقاق مختلف بھی ہو جیسے فلان جادٌّ مجدٌّ (بمعنیٰ مجتہد اور محقق) فرق صرف یہ ہے کہ اسم الرحمٰن خاص اللہ کے لئے ہے، کسی اور کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں یہی سبب ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نام کے ساتھ شامل کیا ہے۔ جیسے فرمایا:

قُلِ ادْعُوا اللهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ (بنی اسرائیل: 110)

''اے نبی کہہ دیجئے کہ اللہ کو اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن کے نام سے پکارو۔''

یہاں اس نام (الرحمٰن) کو اپنے ذاتی نام کے برابر کیا ہے جس میں اور کوئی شریک نہیں۔

مسیلمہ کذاب کو اس کے پیروکار ''رحمان الیمامہ'' کہہ کر پکارتے تھے مگر محض اسلام سے مذاق اور استہزا کی خاطر۔ تفسیر اسماء اللہ الحسنیٰ للزجاج ص 29 اور لسان العرب ص 230 جلد 12 میں ہے:

والله الرحمن الرحیم بنیت الصفة الاولیٰ علیٰ فعلان لان معناه الکثرة وذالک لان رحمته وسعت کل شیءٍ وهو ارحم الراحمین فاما الرحیم فانما ذکر بعد الرحمٰن لان الرحمٰن مقصود علی الله عزوجل والرحیم قد یکون لغیره...... ومعناه عند اهل اللغة ذوالرحمة التی لا غایة بعدها فی الرحمة لان فعلان بناءُ من ابنیة المبالغة و رحیم فعیل بمعنیٰ فاعل کما قالوا سمیع بمعنیٰ سامع وقدیر بمعنی قادر.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفت الرحمٰن فعلان کے وزن پر ہے اور وہ ان صیغوں میں سے ہے جو مبالغہ کے معنیٰ کے لئے استعمال ہوتے ہیں:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:156)

''یعنی بہت زیادہ رحمت کیونکہ اس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔''

اور وہ تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (یوسف:92)

اس لئے اہل لغت نے اس مبارک نام کا ترجمہ کیا ہے کہ وہ ذات جس کی رحمت کی کوئی انتہا نہ ہو۔ صفت رحیم بروزن فعیل فاعل کے معنیٰ میں ہے مثلاً: راحم یعنی رحم کرنے والا یا سمیع بمعنی سامع (سننے والا) اور قدیر بمعنی قادر یعنی قدرت رکھنے والا۔

قارئین! الرحمة کا معنیٰ لغت میں یوں ہے: اَلرِّقَّةُ وَالْمَغْفِرَةُ وَالتَّعَطُّفُ (القاموس ص 817 ج 4) دل کا نرم ہونا، معاف کرنا اور رحم کرنا۔ رقت کا تقاضا ہے کہ احسان اور نیکی کرنا۔ اس سے نرم دلی اور کبھی احسان کرنا بھی مراد لیا جاتا ہے اور اللہ کی رحمت اس کا احسان اور مخلوق سے اس کی رقت قلبی مراد ہے۔

(تاج العروس ص 135 ج 8)

بخشنا اور معاف کرنا تو اس کی صفت خاصہ ہے۔ رحم کرنا بھی اس کی شان ہے۔

راقم الحروف کا کہنا ہے کہ اہل سنت اہل حدیث یعنی سلف صالحین کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بےمثال ہے۔ رحمت لفظ کے معانی تو معلوم ہیں لیکن کیفیت کے ادراک سے مخلوق عاجز ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (شوریٰ: 11)

''اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔''

اسی طرح وہ رحمان اور رحیم تو ضرور ہے لیکن اس کی رحمت کی وسعت کا کسی کو اندازہ نہیں۔

فصل: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ رحمٰن کا کوئی اشتقاق نہیں کیونکہ وہ خاص اللہ کا نام ہے اور اگر وہ رحمت سے مشتق ہوتا تو کافر انکار نہ کرتے۔ قرآن میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَـٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَـٰنُ
(الفرقان: 40)

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہے؟''

لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلاشبہ یہ اللہ کا خاص نام ہے لیکن اشتقاق سے مانع نہیں اور کافروں کا انکار محض کفر اور عناد کی بناء پر تھا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَـٰنِ (الرعد: 30)
وہ رحمان کا انکار کرتے ہیں۔

جمہور کا مسلک یہ ہے کہ یہ الرحمۃ سے مشتق ہے اور مبنی علی المبالغہ ہے، یعنی جس کی رحمت کی کوئی مثال نہیں۔ اس لئے اس نام کے لئے رحیم کی طرح نہ جمع ہے نہ تثنیہ۔ اشتقاق کے لئے یہ بھی دلیل ہے کہ سنن ترمذی میں (ص 13 ج 2) عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا:

قال الله تبارک و تعالیٰ انا الله و انا الرحمن خلقت الرحم وشققت لها من اسمی فمن وصلها وصلته ومن قطعها قطعته.

''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں اور رحم کو میں نے پیدا کیا ہے اور اس کا نام (رحم) اپنے نام (رحمان) سے چیر کر نکالا ہے۔ پس جس نے اسے (رحم) کو ملایا تو میں بھی اسے ملاؤں گا اور جس نے اسے قطع کیا تو میں بھی اسے قطع کروں گا۔''

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس باب میں ابوسعید خدری، عبداللہ بن ابی اوفیٰ، عامر بن ربیعہ، ابوہریرہ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث اشتقاق کے بارے میں نص صریح ہے۔ اس لئے انکار یا مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں۔ (القرطبی ص 104-103 ج 1)

فصل: دونوں اسم مبارک ہم معنی ہیں اور اللہ کے فضل و رحم پر دلالت کرتے ہیں مگر ہر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک میں معنیٰ کے لحاظ سے کوئی نہ کوئی خوبی ہے۔ اسی لئے دنوں نام یہاں ایک ساتھ آئے ہیں۔

امام ابواسحٰق الزجاج رحمۃ اللہ علیہ شرح اسماء اللہ الحسنٰی ص 28 میں فرماتے ہیں:

قال بعض اهل التفسير الرحمٰن الذی رحم كافة خلقه بان خلقهم واوسع عليهم فی رزقهم والرحيم خاص فی رحمته لعباده المؤمنين بان هداهم الی الايمان هو يثيبهم فی الاخرة الثواب الدائم الذی لاينقطع...... فاما الفائدة فی اعادة هاتين اللفظتين مع الاشتقاق واللفظ واحد فهی لما ذكرناه من تزايد معنی فعلان فی رحمٰن وعمومه فی الخلق كلهم الوصف يقال فلان غضبان واناء ملآن وانما هو للممتلی غضباً وماءً فلهذا حسن الجمع بينهما وفيه وجه آخر وهو انه انما حسن ذالک لما فيه التاكيد من التكرير.

''بعض مفسرین کا قول ہے کہ رحمٰن وہ ہے کہ جو پوری مخلوق پر رحم کرتا ہے، جس نے ان سب کو پیدا کیا اور ان کے لئے روزی کو کشادہ کیا اور رحیم وہ ہے جس کی رحمت خاص اپنے مؤمن بندوں کے لئے ہے جس نے ان کو ایمان کا راستہ دکھایا اور آخرت میں ان کو دائمی ثواب اور اجر عطا فرمائے گا جو ختم نہ ہونے والا ہے۔ مستدرک حاکم (ص 515 ج 1) میں ایک دعا مذکور ہے جس کے الفاظ ہیں۔ یارحمٰن الدنيا والاخرة ورحيمهما. اے دنیا و آخرت میں رحمٰن و رحیم۔ باوجود ایک لفظ سے مشتق ہونے کے، دونوں کو یہاں الگ الگ ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ رحمن بروزن فعلان میں مبالغہ کا معنیٰ ہے مثلاً فلان غضبان (فلاں غضبناک ہے) اناء مليان (برتن بھرا ہوا ہے)۔ اس صورت میں کہتے ہیں جب آدمی غصے سے اور برتن پانی سے بھرا ہوا ہو۔ ان دونوں ناموں کا ملاپ انتہائی خوبی کا باعث ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ تکرار سے تاکید کے معنی نکلتے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بیہقی رحمہ اللہ کتاب الاسماء والصفات ص 50-49 میں تحریر کرتے ہیں کہ:

قال الحليمي في معنى الرحمن انه المزيح للعلل وذالك انه لما اراد من الجن والانس ان يعبدوه يعني لما اراد ان يامر من شاء منهم بعبادته عرفهم وجوه العبادات وبين لهم حدودها وشروطها وخلق لهم مدارك ومشاعر وقوىٰ وجوارح وخاطبهم وكلفهم وبشرهم وانذرهم وامهلهم و حملهم دون ماتتسع له بنيتهم فصارت العلل مزاحة وحجج العصاة والمقصرين منقطعة وقال في معنى الرحيم انه المثيب على العمل فلا يضيع لعامل عملاً ولا يهدر لساع سعيا وينيله بفضل رحمته من الثواب اضعاف عمله.

''امام ابوعبداللہ الحلیمی الجرجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رحمان وہ ہے جو تمام اسباب کو ظاہر کرے مثلا انسان اور جنوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور ان کو حکم بھی اسی نے دیا اور اسی سبب (عبادت) کو پوری طرح واضح کیا۔ عبادت کے طریقے، حدود اور شرائط بتلائے اور ان کے لئے جوارح اور قوتیں پیدا کیں، مقامات، اور علامات مقرر کیں اور ان کو مخاطب کر کے عبادت کا وزن ان پر ڈالا۔ (قبول کرنے کی صورت میں) خوشخبری دی اور (نہ قبول کرنے کی صورت میں) ڈرایا۔ اور سوچنے سمجھنے کے لئے مہلت دی۔ اس طرح ان کی پیدائش کے سبب (عبادت) کی خوبی ظاہر ہوئی۔ نافرمان اور گناروں کے لئے اتمام حجت ہوگئی۔ رحیم وہ ہے جو ہر عامل کو اس کے عمل پر پورا اجر دے اور کسی کا عمل ضائع نہ کرے اور نہ اس کی کوششوں کو ختم کرے بلکہ اپنی رحمت سے دوگنے درجات دے۔''

امام خطابی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

فالرحمٰن ذوالرحمة الشامل التي وسعت الخلق في ارزاقهم واسباب معايشهم ومصالحهم وعمت المؤمن والكافر والصالح والطالح واما الرحيم فخاص للمؤمنين لقوله

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وکان بالمؤمنین رحیما.

رحمٰن وہ ہے جس کی رحمت تمام مخلوقات پر محیط ہے جس میں مؤمن، کافر صالح وغیر صالح سب شامل ہیں۔ جو سب کو رزق مہیا کرے اور ان کے لئے معاش و ضروریات کا اہتمام کرے اور رحیم کی صفت صرف مؤمنین کے لئے ہے جیسے قرآن کریم میں ہے (ترجمہ) وہ مؤمنوں کے لئے مہربان ہے (الاحزاب ع6 پ 22)

امام غزالی رحمہ اللہ المقصد الاسنیٰ ص35 میں لکھتے ہیں:

فالرحمٰن هو العطوف على العباد بالايجاد اولاً وبالهداية الى الايمان واسباب السعادة ثانياً والاسعاد في الاخرة ثالثاً والانعام بالنظر الىٰ وجهه الكريم رابعاً.

"دونوں اسماء میں فرق یہ ہے کہ الرحمٰن اپنے بندوں پر ہر طرح سے مہربان ہے۔ مثلاً: **اولاً:** انہیں وجود بخشا۔ **ثانیاً:** انہیں ایمان کی طرف ہدیت کی اور نیک بختی اور سعادت حاصل کرنے کے اسباب سے مطلع کیا۔ **ثالثاً:** آخرت میں انہیں سعادت عطا فرمائے گا۔ **رابعاً:** اپنے بندوں کو اپنی زیارت کا شرف عطا فرمائے گا۔"

تفسیر قرطبی میں ص 105 ج 1 میں ہے:

وقال العزرمی الرحمٰن بجميع خلقه في الامطار ونعم الحواس والنعم العامة والرحيم بالمؤمنين في الهداية لهم واللطف بهم وقال ابن المبارك الرحمن اذا سئل اعطىٰ والرحيم اذا لم يسئل يغضب.

"علامہ عزرمی کا کہنا ہے "رحمٰن" وہ ہے کہ جس کے لطف وکرم سے سب خواہ دوست ہوں یا دشمن برابر مستفید ہوں۔ مثلاً بارش اور انسانی حواس (بصارت، سماعت وغیرہ) اور اسی طرح دوسری عام نعمتیں۔ رحیم وہ ہے جو مؤمنوں کے لئے خصوصی طور پر مہربان ہے۔ مثلاً انہیں ہدایت کرتا اور ان پر خصوصی نوازش کرتا۔ عبداللہ بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رحمان وہ ہے کہ جب بھی اس سے مانگا جائے تو بخش دے اور رحیم وہ ہے کہ جب اس سے سوال نہ کیا جائے تو وہ ناراض ہوجائے۔"

لسان العرب (ص 230 ج 12) میں ہے:

قال الفارسی انما قیل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فجیئ بالرحیم بعد استغراق الرحمان معنی الرحمة لتخصیص المؤمنین به وفی قوله تعالیٰ: وکان بالمؤمنین رحیما کما قال (اقرأ باسم ربک الذی خلق) ثم قال (خلق الانسان من علق) فخص بعدان عم لمافی الانسان من وجوہ الصناعة ووجوہ الحکمة ونحوہ کثیراً.

"ابوعلی فارسی فرماتے ہیں: اگرچہ اسم الرحمان میں استغراق کے معنیٰ ہیں یعنی رحمت عام ہے تاہم اپنی خاص رحمت کا ذکر کرنے کے لئے صفت رحیم کا ذکر فرمایا۔ قرآن میں ہے۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (العلق: 1) "اپنے پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے عالم کو پیدا کیا۔" یہاں لفظ "خلق" میں عام پیدائش کا ذکر ہے جس میں انسان اور دیگر مخلوق شامل ہے، تاہم اس کے بعد انسان کی تخصیص کی۔ فرمایا: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (العلق: 2) یعنی انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ اس لئے کہ انسان کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت اور صناعی کی کافی نشانیاں ہیں اس قسم کی دیگر مثالیں بھی ہیں۔"

حافظ ابن قیم (بدائع الفوائد ص 24 ج 1 میں) فرماتے ہیں:

ان الرحمٰن دال علیٰ الصفة القائمة به سبحانه والرحیم دال علیٰ تعلقها بالمرحوم فکان الاول للوصف والثانی للفعل فالاول دال علیٰ ان الرحمة برحمته واذا اردت فهم هذا فتامل قوله "وکان بالمؤمنین رحیما" انه بهم رؤف رحیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولم یجئ قط رحمن بهم فعلم ان الرحمن هو الموصوف بالرحمة والرحيم هو الراحم برحمته

''اسم رحمٰن اس طرف رہنمائی کرتا ہے کہ رحمت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے اور اسم رحیم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی رحمت کا تعلق مرحوم سے ہے یعنی جس پر رحمت کرے۔ اس وجہ سے پہلے نام میں اس کی صفت ذاتی ہے یعنی وہ خود مہربان ہے اور مؤخر الذکر میں صفت بطور فعل ہے یعنی عملاً اپنی مخلوق کے لئے رحم کرنے والا ہے۔''

ان عبارات سے یہ بات واضح ہوئی کہ دونوں اسم رحمت سے مشتق ہیں اور دونوں میں مبالغہ کے معنی ہیں، مگر دونوں میں الگ الگ خصوصیات ہیں اور ان دونوں کا جمع ہونا انتہائی موزوں اور جامعیت کے لحاظ سے مناسب ہے۔ الرحمٰن کو الرحیم سے مقدم کرنے میں بھی یہی حکمت ہے۔ عام کے بعد خاص کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ یہ بات واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ مہربان تو سب کے لئے ہے لیکن خصوصی مہربانی صرف مؤمنین کے لئے ہے۔ اس لئے اس میں ایمان کی ترغیب ہے۔

امام ابن خالویہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں اس کا دوسرا سبب بھی ہے۔ چنانچہ ''اعـــراب ثلاثين سورة من القرآن'' ص 13 میں فرماتے ہیں:

وقدم الرحمٰن على الرحيم لان الرحمٰن اسم خاص الله والرحيم اسم مشترك. يقال رجل رحيم ولايقال رحمٰن فقدم الخاص على العام.

''الرحمٰن کو الرحیم سے پہلے ذکر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ الرحمٰن خاص اللہ کا نام ہے اور کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں جبکہ الرحیم مشترک ہے اور اس کا اطلاق دوسروں پر بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً ''رجل رحیم'' مگر ''رجل رحمٰن'' غلط ہوگا۔ اس لئے اللہ کا خاص نام عام اور مشترک سے پہلے لایا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہاں رحیم صفت صرف اللہ کی ہے نہ کہ کسی اور کی۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی "واضح البیان فی تفسیر ام القرآن" ص 56 پر ایک اور سبب بیان کرتے ہیں:

"رحمٰن کو رحیم پر دیگر آیات کے فواصل (وزن) کی موافقت کے لحاظ سے مقدم کیا گیا ہے۔"

فائدہ: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ الرحمٰن غیر عربی لفظ ہے۔لیکن یہ بات درست نہیں۔ (القرطبی ص 104 ج 1) قرآن کریم میں کوئی غیر عربی لفظ نہیں البتہ بعض ایسے الفاظ ہو سکتے ہیں کہ جو عربی اور دیگر زبانوں میں مشترک ہوں۔ تفصیل کیلئے (الاتقان للسیوطی ج 1 ص 137-136) کی طرف رجوع کریں۔

فصل: ہر سورۃ کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہونا، اس میں براعۃ الاستہلال ہے یعنی یہ احکام مہربان اور رحم کرنے والے بادشاہ کے ہیں اور اس کے تمام قوانین رحم پر مبنی ہیں اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو کہ ناانصافی پر مبنی ہو۔ تا کہ قاری اس کو شوق و محبت کیساتھ پڑھے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں اور رحمتیں اس دریا کی مانند ہیں کہ جس کا کوئی کنارہ نہ ہو ابوداؤد میں ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

والذی بعثنی بالحق لله ارحم بعباده من ام الافراخ بفرخها (مشکوۃ ص 208)

"اس ذات کی قسم کہ جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے کہ جو محبت ماں اپنے بچوں سے رکھتی ہے۔"

بخاری و مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان لله مائة رحمة انزل منها رحمة واحدة بين الجن والانس والبهائم و الهوام فبها يتعاطفون وبها يتراحمون وبها تعطف الوحش على ولدها واخر تسع وتسعين رحمة يرحم بها عباده يوم القيامة.

"یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصوں میں سے صرف ایک حصہ دنیا کی طرف نازل کیا گیا ہے۔ اس رحمت کے سبب جن و انس جانور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ کہ زہریلے جانور آپس میں پیار کرتے ہیں ماں اپنے بچے پر اس رحم کے حصے سے محبت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں اور انہی سے اپنے بندوں پر قیامت کے دن رحم فرمائے گا۔"

گویا کہ دنیا میں جس کسی کے پاس اگر رحم کا ذرہ بھی موجود ہے تو وہ اللہ کی رحمت کے نتیجے میں ہے۔ مثلاً والدین کا اولاد پر مہربان ہونا۔ حاکم کا رعیت پر اور دوست کی دوست کے ساتھ مہربانی اللہ کی رحمت ہی کی وجہ سے ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ظالم مظلوم پر رحم کھاتا ہے تو وہ رحم بھی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی شان یوں بیان فرمائی۔

وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (توبہ: 128)

"وہ مومنوں کے لئے بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کا اپنی امت کے لئے اس قدر مہربان اور شفیق ہونا بھی اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ اس نے آپ کی طبیعت اور فطرت ہی ایسی بنادی۔ جیسے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ (آل عمران: 159)

"اے پیغمبر! یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تو ان کیلئے نرم ہوا۔"

خاوند اور بیوی کے درمیان رحمت بھی اسی کی نشانیوں میں سے ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا
وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم: 21)

"اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان سے سکون حاصل کرسکو۔ اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کردی۔"

الغرض کسی سے بھی اگر کوئی مہربانی ہو یا کوئی نعمت حاصل ہو تو یہ سب رب العالمین کی رحمت کا کرشمہ ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لو يعلم الكافر ما عندالله من الرحمة ما قنط من جنته احد

(مشکوٰۃ ص 207 بحوالہ بخاری و مسلم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی اگر کافر کو اس کی رحمت کا علم ہو جائے تو اس کی جنت سے کوئی نا امید نہ ہو۔"

قرآن کریم کا اگر مطالعہ کیا جائے تو بات منکشف ہو گی کہ ہر نعمت اس کی رحمت کا نتیجہ ہے۔ مثلاً:

مشکل کشائی:

وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ (المؤمنون:75)

"اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکالیف ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دور کر دیں۔"

بیوی اور اولاد بخشنا یا بیماری سے شفا دینا:

جیسے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ (الانبیاء:84)

"پھر ہم نے ان کی دعا قبول کی اور جو ان کی تکلیف پہنچی تھی وہ دور کر دی اور ان کو بال بچے بھی عطا فرمائے اور اپنی مہربانی سے ان کے ساتھ اتنے ہی اور بھی بخشے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یہ نصیحت ہے۔"

سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے آزادی اللہ ہی کی رحمت سے ملی:

لَوْلَا أَن تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ (القلم:49)

"اگر اس کو اپنے پروردگار کی طرف سے رحمتیں نہ پہنچتیں۔"

امن دینا، حفاظت کرنا

هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِن قَبْلُ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (یوسف:64)

"یعقوب (علیہ السلام) نے کہا اس کے بارے میں تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا پہلے اس کے بھائی کے بارے میں کیا تھا۔ تو اللہ ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقصان اور خسارہ سے بچنا:

لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

(الاعراف:49)

"اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہم کو معاف نہیں فرمائے گا تو ہم ضرور خسارہ میں رہیں گے۔"

قرآن کا نازل کرنا:

تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ کِتَابٌ فُصِّلَتْ آیٰتُهٗ

(حم السجدہ:3-2)

"اس کتاب کا نازل ہونا اللہ بڑے مہربان اور رحم کرنے والے کی طرف سے ہے۔ ایسی کتاب جس کی آیتیں واضح ہیں۔"

سواریوں کا انتظام کرنا:

وَتَحْمِلُ اَثْقَالَکُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَکُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ اِنَّ رَبَّکُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (النحل:7)

"اور وہ تمہارے بوجھ ایسے شہر کو لے جاتے ہیں کہ جہاں تم بغیر سخت جانفشانی کے نہیں پہنچ سکتے۔ واقعی تمہارا رب شفقت کرنے والا اور مہربان ہے۔"

رَبُّکُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّهٗ کَانَ بِکُمْ رَحِیْمًا (بنی اسرائیل: 44)

"تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ بے شک وہ تم پر مہربان ہے۔"

توبہ کی توفیق دینا اور قبول کرنا

فَتَلَقّٰی آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

(البقرۃ: 37)

"پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے تو اللہ نے اسے معاف کردیا، بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام پر ثابت قدم رکھنا اور مناسک واحکام کی تعلیم دینا:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

(البقرة: 128)

''اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک جماعت اپنے تابع فرمان کر اور ہمیں حج کے احکام بتلا اور ہماری خطاؤں سے درگزر فرما بے شک تو بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔''

نفس کی سرکشی سے بچنا

وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي إِنَّ رَبِّي غَفُورٌ رَحِيمٌ (يوسف: 53)

''اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا۔ (یعنی اپنے تئیں پاکیزگی کا دعویٰ نہیں کرتا) بیشک نفس تو برائی سکھاتا ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے، بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔''

رہنمائی کرنا اور اندھیرے سے روشنی میں لانا

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا (الاحزاب: 43)

''وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمہارے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے۔''

رسول اللہ ﷺ کا اس امت کی طرف مبعوث ہونا:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (الانبیاء: 107)

''اے پیغمبر (ﷺ) ہم نے آپ کو جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا سخت مخالفت، اذیتوں اور لالچ کے بعد بھی ثابت قدم رہنا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ

(النساء: 13)

''اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک جماعت تم کو بہکانے کا قصد کر چکی تھی اور یہ اپنے سوا کسی کو بہکا نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔''

بارش کا برسانا

وَهُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ.

(الفرقان: 38)

''اور اللہ وہ ہے جو اپنی رحمت کی بارش سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے۔''

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ (الشوری: 28)

''اور اللہ وہ ہے جو لوگوں کے ناامید ہوجانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت کو پھیلا دیتا ہے اور وہی کارساز، قابل تعریف ہے۔''

کشتیوں کا منزل مقصود تک سلامتی سے پہنچنا

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (هود: 41)

''اور نوح (علیہ السلام) نے کہا اللہ کا نام لے کر اس میں سوار ہو جاؤ اور اسی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب بخشنے والا اور مہربان ہے۔''

اختلاف اور فرقہ بندی سے بچنا

وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ.

(هود: 118-119)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے۔"

دنیا اور آخرت میں بھلائیوں کا لکھا جانا

اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ وَاکْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَا اِلَیْکَ.

(الاعراف: 155-156)

"تو ہی ہمارا سنبھالنے والا ہے سو ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے اور ہمارے لئے اس دنیا اور آخرت میں بھلائی لکھ دے کیونکہ ہم نے تیری طرف رجوع کیا ہے۔"

شیطان کی پیروی سے بچنا

وَلَوْ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطَانَ اِلَّا قَلِیْلاً

(النساء: 83)

"اگر اللہ کا فضل اور مہربانی تم پر نہ ہوتی تو چند اشخاص کے سوا سب شیطان کے پیچھے ہوتے۔"

عذاب میں جلدی نہ کرنا

وَرَبُّکَ الْغَفُوْرُ ذُوالرَّحْمَةِ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا کَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابُ

(الکهف: 85)

"اور تیرا پروردگار بخشنے والا اور رحمت والا ہے اگر وہ ان کے کرتوتوں پر ان کو پکڑنے لگے تو جلد عذاب بھیج دے۔"

عذاب سے پناہ دینا

قُلْ اَرَأَیْتُمْ اِنْ اَهْلَکَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ یُّجِیْرُ الْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ

(الملک: 28)

"(اے پیغمبر ﷺ) کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم پر مہربانی کرے تو کون ہے جو کافروں کو دکھ دینے والے عذاب سے بچائے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھول چوک کو گناہ شمار نہ کرنا

وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَٰكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (الاحزاب: 5)

''اور جو بات (یا حرکت) تم سے غلطی سے ہوگئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں لیکن جو دل کے ارادے سے کرو (تو اس پر مواخذہ ہوگا) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

آزاد عورتوں سے نکاح مشکل ہونے کی صورت میں لونڈیوں سے نکاح کا روا ہونا:

وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(النساء: 25)

''اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو مومن لونڈیوں ہی سے، جو تمہارے قبضے میں ہوں، نکاح کر لے۔ ان کے مالکوں کی اجازت سے، اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کرو۔ یہ اجازت تم میں سے اس شخص کے لئے ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو اور صبر کرنا تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

تزکیہ نفس اور پاکیزگی اختیار کرنا

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَىٰ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ

(النور: 20)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر تم پر اللہ کا فضل اور مہربانی نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک بھی (گناہ سے) پاک نہ ہوسکتا۔''

تنگی سے کشادگی (وسعت) کرنا

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا

(بنی اسرائیل: 28)

''اگر تم اپنے پروردگار کی رحمت (رزق) کی تنگی کے سبب ان سے اعراض کرو جس رزق کے ملنے کی تم اپنے رب سے امید رکھتے ہو۔''

قصاص کے احکام

ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ (البقرة: 178)

''یہ حکم تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور رحمت ہے۔''

صالح بندوں میں داخل کرنا

وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ

(النمل: 19)

''اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں داخل کر۔''

عذابِ قیامت کی برائیوں سے بچانا

وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ (المؤمن: 9)

''اور جس کو تو اس روز سختیوں سے بچالے گا تو بے شک تو نے اس پر رحمت فرمائی۔''

قیامت کے روز مؤمنوں کے چہروں کا روشن ہونا

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (آل عمران: 102)

اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رات کو آرام کیلئے اور دن کو معاش کیلئے

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (القصص: 73)

"اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات کو اور دن کو بنایا تا کہ تم اس (رات) میں آرام اور (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو۔"

اس طرح کی اور کئی آیات ہیں۔

پوری کائنات کا ہر منظر رحمت ہی رحمت ہے:

ارشاد ہوتا ہے کہ:

وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (البقرة: 162-163)

"اور تمہارا معبود ایک اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ وہ بڑا مہربان اور رحم والا ہے بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق، رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدہ کے لئے رواں ہیں اور پانی (میں) جس کو اللہ نے آسمان سے اتارا اور اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع کئے ہوئے ہیں۔ ان سب چیزوں میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔"

یعنی کائنات کی ہر ایک چیز آسمان جیسی فلک بندی، زمین جیسی فرش بندی، رات کی تاریکی، دن کی روشنی اور ان کا ایک دوسرے کے بعد آنا، دریاؤں اور سمندروں میں پہاڑ جیسی بلند و بالا کشتیوں کا چلنا اور ان سے لاکھوں کروڑوں کا نفع حاصل کرنا، بادل، بارش مختلف اقسام کے درخت، پودے، بیلیں، اور بے شمار قسم کی مخلوق، ہواؤں کا چاروں طرف لگنا، یہ سب اس رحمٰن و رحیم کی بے نظیر رحمت کی نشانیاں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتیٰ کہ عیسائی جو اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہم میں عجز و انکساری، رحمت و مہربانی بہت زیادہ ہے، مگر وہ بھی صرف ان لوگوں میں تھی جو عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تھے یہ بھی محض اللہ کی طرف سے تھی۔

وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً (الحدید: 27)

"(اور انبیاء کے تسلسل کے بعد) ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ان کو انجیل عنایت کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں نرمی اور مہربانی ڈال دی۔"

ذوالقرنین نے جب یاجوج و ماجوج جیسی خطرناک اور وحشت ناک قوم کے آگے بند باندھ کر روک دیا اور لوگ اس فتنہ سے بچ گئے تو ذوالقرنین نے بھی یہ اقرار کیا کہ یہ کامیابی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔

قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي (الکہف: 98)

"کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے۔"

خضر علیہ السلام نے ایک تختہ نکال کر غریبوں کی کشتی کو بچالیا۔ ناعاقبت اندیش لڑکے کو قتل کیا اور یتیموں اور مسکینوں کے خزانے کے بچانے کے لئے دیوار کی مرمت کی۔ خضر علیہ السلام کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی رحمت ہے۔

رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا (الکہف: 82)

"یہ مہربانی تیرے پروردگار کی طرف سے ہے اور میں نے اسے اپنی رائے (مرضی) سے نہیں کیا، یہ تفسیر ہے اس کی جس پر تو نے صبر نہ کیا۔"

خود خضر علیہ السلام کو جو کچھ عطا ہوا وہ بھی اسی کی رحمت ہے۔

آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (الکہف: 65)

"اس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور اپنے پاس سے ایک (خاص) علم سکھایا تھا۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ علیہ السلام کو اپنی زبان کی کمزوری اور سینے کی تنگی کی شکایت کرنے پر ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر ساتھ بھیجنے میں بھی اللہ کی رحمت تھی۔

وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَآ أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا (مریم: 56)

''اور ہم نے اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر اسے عطا کیا۔''

ابراہیم علیہ السلام کے بڑھاپے اور ان کی زوجہ مطہرہ کے بانجھ پن کے باوجود ان کو اولاد بخشنا خاص رحمت تھی۔

قَالُوٓا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ ٱللَّهِ رَحْمَتُ ٱللَّهِ وَبَرَكَاتُهُۥ عَلَيْكُمْ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ (ھود: 73)

''انہوں (فرشتوں) نے کہا کہ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں۔ کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو۔''

بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ عطا ہوا وہ ان کے رب کی رحمت تھی۔

وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (مریم: 53)

''اور ان کو اپنی رحمت سے (بہت سی چیزیں) عنایت کیں اور ان کا سچا بول بالا اور ذکر جمیل بلند کیا۔''

اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے جو عرش اٹھائے ہوئے ہیں وہ بھی اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا (المؤمن: 7)

''اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔''

اسی طرح دیگر نیک بندے بھی اس کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهُ (بنی اسرائیل: 75)

''اور وہ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔''

لہٰذا جو کام بھی ایسے رحمان و رحیم کے نام سے شروع ہوگا وہ بڑا بابرکت ہوگا۔

اَلْمَلِكُ

(بادشاہ)

جو اپنے ہر حکم کو نافذ کر سکے۔ کسی اور بادشاہ کی یہ صفت نہیں بلکہ وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ (الزجاج)

اَلْقُدُّوْسُ

(پاک)

جو ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ ایسی پاکی جو انسانی تصور سے بالا ہو (الغزالی)

اور برکت والا (الزجاج)

اَلسَّلَامُ

(سلامتی والا)

جس کی ذات عیوب سے اور اس کی صفات نقائص سے اور اپنے افعال میں مطلقاً برائی سے پاک ہو۔ (الغزالی) نیز سلامتی دینے والا کہ مخلوق اس کے ظلم سے محفوظ ہے۔ (البیہقی)

اَلْمُؤْمِنُ

(امن دینے والا)

جس سے امن و امان مانگا جائے اور کسی کیلئے بھی امن، اس کے سوا کسی اور سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متصور نہ ہو۔ (الغزالی) نیز بقول زجاج ایمان بمعنی تصدیق اور اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ فرمایا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (آل عمران: 18)

"اللہ تعالیٰ اور اس کے سب فرشتے اور اہل علم یہ گواہی دیتے ہیں کہ اس اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں، جو انصاف سے قائم ہے، اس اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں، وہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

اَلْمُهَيْمِنُ

(نگہبان اور محافظ)

وہ اپنی خلقت پر ان کی حیات، موت، عمل، رزق اور اجل وغیرہ پر محافظ ہے (الغزالی) نیز آخرت میں وہ اعمال کے بدلے (تاکہ کسی کو بھی اس کے نیک عمل کا بدلہ کم نہ ملے) پر بھی نگہبان ہے۔ اور یہ بھی کہ کسی گناہ گار کو اس کے گناہ کی سزا (زیادہ) نہ ملے، اس پر بھی نگہبان و محافظ ہے۔ (بیہقی)

اَلْعَزِيْزُ

(غالب)

وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ حتیٰ کہ ہر عزت اور غلبہ والا اس کی عزت کے سامنے ذلیل ہے۔ کیونکہ اصل عزت بمعنی غلبہ اور سختی کے ہے۔ فرمایا:

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ (یٰسٓ: 14)

"یعنی پھر ہم نے تیسرے سے غلبہ دیا۔"

وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ (ص 23)

"اور گفتگو میں مجھ پر سختی کرتا ہے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز کہا جاتا ہے ۔عَزَّنِیْ فُلَانٌ اَلْاَمْر . یعنی فلاں مجھ پر اس کام میں غالب آ گیا۔ (الزجاج)

اللہ ایسا غالب ہے کہ اس تک پہنچنا یا برائی پہنچانا ناممکن ہے، اس کی طاقت اور رسائی ہمیشہ قائم ہے۔ (البیہقی)

اَلْجَبَّارُ

(ملانے والا)

کمزور اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو آپس میں ملانے والا۔ نیز زور آور، کیونکہ جبر بمعنیٰ قہر کے بھی آئے ہیں۔ نیز بلند کیونکہ جبر کے معنی بلندی کے بھی ہیں۔ کھجور کے بلند و بالا درخت کو بھی جبارہ کہا جاتا ہے۔ (قصدہ نونیہ لابن القیم ص15) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ الجبار یعنی اپنی مخلوق کو اپنے ارادہ، امر اور نہی کے آگے مجبور کرنے والا اور فقیر اور محتاجوں کے اسباب معاش کو جمع کرنے والا۔

اَلْمُتَكَبِّرُ

(بڑائی کرنے والا)

وہ ذات جس کے سامنے ہر چیز حقیر نظر آتی ہے اور ایسی بڑائی اس کی ہی شان ہے۔ (الغزالی) نام میں "ت" تخصیص کے لئے اور تفرد کے لئے ہے۔ اس لئے کسی مخلوق کے لئے تکبر روا نہیں بلکہ ان کی لائق تو عجز و انکساری اور بندگی ہے۔

اَلْخَالِقُ

(اندازہ کرنے والا)

کیونکہ اصل خلق بمعنی تقدیر کے ہیں: مثلاً خلقت الشيئ خلقا اذا قدرته.

قرآن کریم میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا (العنکبوت:17)

"اور تم جھوٹا اندازہ کرتے ہو۔"

یعنی اللہ تعالیٰ خلق کا مقدر (اندازہ مقرر کرنے والا) پیدا کرنے والا، ابھارنے اور مکمل کرنے والا اور اس کی تدبیر کرنیوالا ہے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ (المؤمنون: 14)

"اللہ کی ذات بابرکت سب سے بہتر بنانے والی ہے۔"

زجاج نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

اَلْبَارِئُ

(پیدا کرنے والا)

اس حیثیت سے کہ وہ موجد ہے (الغزالی)

اَلْمُصَوِّرُ

(صورت عطا کرنیوالا)

یعنی خوبصورت ترتیب دیکر بنانے والا (الغزالی) اور ہر صورت کو بغیر کسی نقل یا مثال کے بنانے والا (الزجاج)

اَلْغَفَّارُ

(ڈھانپنے والا)

دنیا میں گناہوں اور برائیوں کو عمدہ طریقے سے ڈھانپنے والا اور آخرت میں عذاب کے بجائے درگزر کرنے والا۔ (الغزالی) یہ اسم مبارک فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ (بیہقی) جس کے معنی ہیں بار بار بڑے بڑے گناہ بخشنے اور ڈھانپنے والا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْقَهَّارُ

(زبردست)

وہ زبردست ہے۔ سرکش اور دشمن پر قوت اور غلبہ سے، مخالفین پر آیات اور دلائل سے اور عام مخلوق کو موت دے کر موت کے ذریعہ، ہر موجود چیز اس کی قدرت کے آگے عاجز ہے اور اس کے قبضہ میں ہے۔ (الزجاج والغزالی)

اَلْوَهَّابُ

(بہت زیادہ دینے والا)

بغیر کسی معاوضہ یا غرض کے (الزجاج)۔ بغیر مانگے عطا کرنے والا۔

علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری شرح اسماء الحسنٰی میں ص 69 پر تحریر فرماتے ہیں:

"وہاب وہ ہے کہ عطا ہائے صوری و معنوی اور عطیات دنیوی و اخروی کا مالک وہی ہے۔ یہی اسم ہے جو بتلاتا ہے کہ بندہ کے پاس اس کی گھر کی کوئی شے نہیں اور جو کچھ ہے وہ سب دادِ الٰہی اور جودِ نامتناہی کا نتیجہ ہے۔"

اَلرَّزَّاقُ

(رزق دینے والا)

ہر جاندار کیلئے رزق پیدا کرے اور رزق کو حاصل کرنے کے اسباب مہیا کرے اور ان تک پہنچائے۔ رزق دو قسم کا ہے۔ ایک ظاہری یعنی قوت (غذا) اور طعام جو جسم کے کام آئے۔ اور دوسرا باطنی جو ایمان کے لئے قلب کی روشنی اور دین کے لئے رہنمائی بنے۔ ظاہری رزق کا فائدہ جسم کیلئے اور باطنی رزق ابدی زندگی یعنی آخرت کیلئے ہے۔ دونوں اقسام کا وہی مالک ہے اور وہی اپنی مہربانی سے اپنے بندوں تک اسے پہنچاتا ہے۔ مگر جس کیلئے چاہے اپنی مرضی کے مطابق چاہے تو رزق کشادہ فرمادے یا تنگ کردے۔ (الغزالی) اور بقول زجاج رزق کے اصل معنی ہیں کسی کو بھی کسی چیز سے نفع حاصل کرنے کی اچھی طرح اجازت دی جائے۔ قرآن میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَن رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا

(النحل: 15)

''اور جس کو ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی دی، سو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے پوشیدہ اور ظاہر۔''

اَلْفَتَّاحُ

(کھولنے والا)

یعنی حق اور باطل کے درمیان۔ اس طرح کہ حق کو ظاہر اور باطل کو گم کردے۔ (الزجاج) اور اپنی مہربانی سے بند چیز کو کھول دے اور رہنمائی و نشاندہی سے مشکل کو حل کردے۔ انبیاء علیہم السلام کو فتح عطا فرمائے۔ فرمایا۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (فتح: 1)

(اے نبی) ہم نے آپ کو ظاہر فتح دی۔

اپنے خاص بندوں کے دلوں سے پردہ ہٹائے۔ غیب اور رزق کی چابیاں اس کے ہاتھ میں ہیں (الغزالی)۔ علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری ص 71 پر لکھتے ہیں:

''فتاح وہی ہے جو مشکلات، مہمات (کی گرہوں) کو کھول دیتا ہے۔ فتاح وہی ہے جو دل کو حق کے لئے کھول دیتا ہے۔ فتاح وہی ہے جو زبان پر علوم کو جاری فرما دیتا ہے۔ فتاح وہی ہے جو انکشاف علوم کے ساتھ آنکھوں کے پردے دور کردیتا ہے۔ فتاح وہی ہے جو اہل حق اور باطل کے درمیان فیصلہ فرماتا ہے۔ فتاح وہی ہے جو صادقین سے صدق کو ظاہر کرتا ہے۔ کاذبین کی اصلیت سب پر کھول دیتا ہے۔ اہل ایمان کو اس کی ذات مقدس سے کشائش ظاہری و باطنی کی امید رکھنی چاہئے''۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْعَلِیْمُ

(جاننے والا)

اس کے علم کا کمال یہ ہے کہ ہر شے پر اس کا علم محیط ہے۔ ظاہر ہو یا پوشیدہ، چھوٹی ہو یا بڑی، اول ہو یا آخر۔ الغرض اس کا علم اتنا کامل ہے کہ کسی اور علم والے کے لئے تصور بھی ممکن نہیں۔ (الغزالی) فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ اور ہر وقت جاننے والا۔ (بیہقی)

اَلْقَابِضُ   اَلْبَاسِطُ

(تنگی کرنے والا)   (کشادگی کرنیوالا)

ادب کا تقاضا ہے کہ ان دونوں کا ذکر ایک ساتھ کیا جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی پوری قدرت دونوں ناموں کو ایک ساتھ ذکر کرنیکے بعد ہی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً: فلان قبض امری وبسطہٗ یعنی میری تنگی اور کشادگی فلاں آدمی کے ہاتھ میں ہے۔ اس پورے جملے سے کہنے والے کا یہ مقصد ظاہر ہوتا ہے کہ میرے سارے کام اس کے حوالے ہیں۔ اس طرح دونوں صفات کو جمع کرنے سے مقصد ہوگا کہ مخلوق کے سارے کام اللہ تعالیٰ کے زیر قدرت ہیں۔ (الزجاج)

یعنی وہ اللہ جو موت کے وقت روحوں کو قبض کرتا ہے اور زندہ کرتے وقت ارواح کو اجسام کے لئے کھولتا ہے۔ دنیا والوں سے صدقات قبول کرتا ہے اور فقراء و مساکین کا رزق کشادہ کرتا ہے۔ کبھی تو دنیا والوں کا رزق اتنا کشادہ کرتا ہے کہ بھوک کا نام بھی نہ رہے اور کبھی فقر کیلئے اتنی تنگی کرتا ہے کہ اس میں کوئی طاقت نہ رہے۔ وہی اللہ ہے جو اپنے بندوں کو قبضہ میں لے کر اتنی تنگی کرے کہ وہ اس سے غافل نہ ہوں اور اپنی مہربانی سے اس طرح کشادگی کہ اس کی طرف تقرب حاصل کریں۔ (الغزالی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْخَافِضُ اَلرَّافِعُ

(گرانے والا) (اٹھانے والا)

اپنے دشمنوں کو گرانے والا، ذلیل کرنے والا، بے نصیب کرنے والا، اور اپنے قرب سے دور کرنے والا۔ اور اپنے دوستوں کی شان یا مرتبہ کو بلند کرنے والا، دنیا میں ان کے نام اور کلمات کو اٹھانے والا اور آخرت میں درجات بلند کرنے والا۔ (الزجاج)

اَلْمُعِزُّ

(عزت دینے والا)

اس کی تین اقسام ہیں:

اول: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دنیا میں خوشحالی نصیب فرماتے ہیں اور بلند شان عطا فرماتے ہیں۔ یہ اعزاز محکم اور بالفعل ہے۔

دوم: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمانے کی خاطر تنگی کرتے ہیں حالانکہ وہ دین کے لحاظ سے اعلیٰ درجات پر فائز ہوتے ہیں مگر ان کے صبر کی وجہ سے ان کا ثواب اور درجہ دن بدن بڑھتا رہتا ہے۔ یہ اعزاز اگرچہ بالفعل نہیں مگر محکم ہے۔

سوم: اللہ تعالیٰ اپنے کتنے ہی دشمنوں کی روزی فراخ کر دیتے ہیں۔ مال اور دولت کی فراوانی ہوتی ہے اور ان کے امر و نہی کی دنیا میں اچھی خاصی حیثیت ہوتی ہے یہ اعزاز بالفعل ہے مگر محکم نہیں کیونکہ ان کیلئے آخرت میں دائمی عذاب ہے۔ دنیا میں ان کو ڈھیل ملی ہوئی ہے۔ جیسے فرمایا۔

اِنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ

(آل عمران: 178)

''ہم ان کو اس لئے مہلت دیتے ہیں کہ وہ گناہوں میں بڑھتے چلے جائیں اور آخرکار ان کو ذلیل کرنیوالا عذاب ہوگا۔''

یہ اللہ کی قدرت ہے کہ جس کو چاہے عزت عطا فرمائے۔ (الزجاج)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْمُذِلُّ

(ذلت دینے والا)

سرکش اور ضدی انسانوں کو، ذلت محکم ہو یا بالفعل۔ جیسا کہ دنیا کے ظاہری امور میں یعنی ان کو غلام بنانا اور ان کے پیچھے ذلت لگانا یا ان سے جزیہ لینا۔ فرمایا:

يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (التوبة: 29)

''یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر جزیہ دیں۔''

یعنی آخرت کی ذلت تو الگ ہے۔ (الزجاج)

اَلسَّمِيْعُ

(سننے والا)

اس کی سماعت سے کوئی چیز بھی دور نہیں۔ چیونٹی کی آواز ہو یا کسی اور چیز کی، اللہ کی حمد و تعریف کرے یا کوئی پکارنے والا پکارے۔ الغرض اس کا سننا بے مثل ہے۔ (الغزالی) اور سمع بمعنی اجابت (قبول کرنے) کے بھی آئے ہیں۔ (الزجاج)

www.KitaboSunnat.com

اَلْبَصِيْرُ

(دیکھنے والا)

جو ہر چیز کو دیکھتا ہے اگرچہ وہ تحت الثریٰ میں ہی کیوں نہ ہو۔ (الغزالی)

اَلْحَكَمُ

(حاکم یا فیصلہ دینے والا)

اصل معنی ہیں منع کرنا یا روکنا، کیونکہ حاکم دو افراد یا گروہ کو آپس میں لڑنے سے روکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے والے ہیں، نہ کہ کوئی اور۔ جو دنیا میں فیصلہ کرتے ہیں وہ بھی اس کی نازل شدہ شریعت سے استفادہ کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ (الزجاج) اللہ تعالیٰ وہ حاکم ہے کہ اس کے فیصلہ کو کوئی رو کنے والا نہیں۔ (الغزالی)

اَلْعَدْلُ

(انصاف کرنے والا)

جس کا فیصلہ، قول اور فعل سب حق اور عین انصاف ہیں۔ (بیہقی)

اَللَّطِیْفُ

(نرمی کرنے والا)

لطف کے معنی گفتار اور کردار میں نرمی اور مہربانی کے ہیں۔ اس کی مہربانی اور لطف جملہ امور میں ہے۔ اس کے لطف نے صوری مادی چیزوں، حسین صورتوں، موزوں ہیئت اجسام لطیفہ اور اجرام نورانیہ کو عمدہ مناسبت اور نورانیت، شفاف اور ہمہ اقسام رنگ بخشے اس کے علمی لطف نے انبیاء، اولیاء، علماء، راسخین، اہل بصیرت اور مجاہدین کو ان کے علمی مرتبہ کے مطابق معرفت نصیب فرمائی اور اس کے عملی لطف نے اہل دانش کو معاش اور معاملات میں منفعت اور اہل شعور کو آگاہی اور متقین کو بصیرت عطا فرمائی اور اس کے باطنی لطف نے پاک وصاف طبع لوگوں، اہل قناعت اور آزاد طبع انسانوں کو پورا حصہ عطا فرمایا۔ اس کے لطف تکوینی نے ہر موجود شے کو عدم سے وجود بخشا اور اس کے معنوی لطف کا اثر صالح اور نیک بندوں پر ہوا اور اس کے دنیاوی لطف نے بادشاہ اور امراء کو دنیا کا بڑا حصہ اور کامرانی عطا کی۔ اس کے اخروی لطف نے صالح اور نیکوں کو اپنی معیت نصیب فرمائی۔ اسی لطف سے آخرت میں ایمانداروں کی نجات اور صالحین کے درجات بلند ہوں گے۔ (شرح اسماء الحسنیٰ مصنف قاضی محمد سلیمان منصور پوری ص 78)

اَلْخَبِیْرُ

(خبردار)

جس سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہ ہو بلکہ ہر حرکت اور سکون، اضطراب و اطمینان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض سب کی اس کو خبر ہے۔ علم ہر ظاہر و پوشیدہ چیز کے لئے عام ہے مگر پوشیدہ چیزوں کے جاننے کو خبرۃ کہا جاتا ہے اور جاننے والے کو خبیر۔ (الغزالی)

اَلْحَلِیْمُ

(بردبار)

جو عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ نافرمانوں کی نافرمانی اور حکم کی مخالفت کے باوجود اسے نہ غصہ آتا ہے اور نہ غضب کہ وہ اپنے بندوں کو جلد پکڑ لے۔ اس کا غصہ و غضب اسے فوری انتقام پر آمادہ نہیں کرتا (الغزالی)

اَلْعَظِیْمُ

(سب سے بڑا)

جو شان، حکومت، اور غلبے میں سے بڑا ہے۔ (الزجاج)

اَلْغَفُوْرُ

(بخشنے والا)

یہ بھی غفار کی طرح مبالغہ کے معنیٰ رکھتا ہے مگر غفار میں تکرار کے معنی ہیں (یعنی بار بار بخشنے والا) اور غفور میں کمال اور تمام کے یعنی سب گناہ بخشنے والا۔ (الغزالی)

اَلشَّکُوْرُ

(تھوڑی سی محنت پر بہت زیادہ اجر دینے والا)

یعنی جو قلیل عبادت پر زیادہ درجات عطا فرمائے اور دنیا کی قلیل عبادت پر آخرت کی لامحدود نعمتیں عطا کرے۔ (الغزالی) کیونکہ اللہ تعالیٰ عمل کے بدلے اجر دیتے ہیں اس لئے اسے بھی شکر کہا گیا ہے۔ (الزجاج)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْعَلِیُّ

(بلند)

کیونکہ وہ اپنی ساری مخلوق سے بلند ہے۔ (الزجاج) وہ سات آسمانوں سے اوپر عرش پر ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طٰهٰ: 5) اللہ عرش پر مستوی ہے۔

اَلْكَبِيْرُ

(سب سے بڑا)

اسکی شان و جلال کے سامنے بڑے سے بڑے بھی حقیر ہیں۔ (بیہقی)

اَلْحَفِيْظُ

(سنبھالنے والا)

پوری کائنات کو دکھوں اور تکالیف سے پناہ میں رکھنے والا (الغزالی)

اَلْمُقِيْتُ

(روزی دینے والا)

خود پیدا کرے اور بندوں تک پہنچائے یا ایسی روزی جو سب کو کافی ہو۔ (الغزالی) اور بقول زجاج یہ معنی بھی ہیں کہ وہ ہر چیز پر قدرت و نگاہ رکھنے والا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا (النسآء: 85)

"اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔"

قاضی سلیمان منصور پوری صاحب شرح اسماء الحسنیٰ صفحہ 90 پر لکھتے ہیں "المقیت وہ ہے جو جملہ قوائے بدن کو توانائی دیتا ہے۔ مقیت وہ ہے جو قوائے روحانی کو غذا بخشتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقیت وہ ہے کہ نباتات و جمادات وحیوانات، جن و ملک اپنی اپنی ساخت اور اقتضائے فطرت کے مطابق اس کی روزی سے پل رہے، بڑھ رہے اور نشوونما پا رہے ہیں۔"

اَلْحَسِیْبُ

(کافی ہونے والا)

ہر ایک چیز کے لئے کافی ہونے والا (الغزالی)۔ یا تمام اجزاء اور ان کی مقدار سے بخوبی آگاہ اور بغیر (تخمینہ لگائے) اور حساب کے۔ (بیہقی)

اَلْجَلِیْلُ

(بزرگی والا)

اس کی صفات بزرگانہ ہیں۔ مثلاً بادشاہت، پاکیزگی، علم و قدرت وغیرہ (الغزالی)

اَلْکَرِیْمُ

(بڑا بزرگ اور سخی)

جو باوجود قدرت کے معاف کرے، جو ہمیشہ وفا کرے اور امید سے بڑھ کر دے۔ مانگنے سے راضی ہو، اگر کسی اور سے مانگا جائے تو ناراض ہو۔ دنیا میں گناہ گاروں کی ان کے گناہوں پر گرفت نہ کرے۔ اس کی طرف رجوع کرنے والوں کو تمام سفارشیوں اور وسیلوں سے بے نیاز کردے۔ (الغزالی)

اَلرَّقِیْبُ

(نگہبان)

جس کی نگہبانی سے کوئی چیز باہر نہ ہو۔ (الزجاج)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْمُجِیْبُ

(دعا قبول کرنے والا)

جو سائل کی مدد کرے، پکارنے والوں کو جواب دے، حاجتمندوں کی ضروریات کو نہ صرف پورا کرے بلکہ پکارنے سے پیشتر انعامات کی بارش سے نوازتا رہے۔ اور دعا سے پہلے نوازشیں کرتا رہے۔ یہ شان صرف ایک اللہ کی ہے جو بندوں کی ضروریات کو ان کے سوال کرنے سے پیشتر جانتا ہے۔ (الغزالی)

اَلْوَاسِعُ

(کشادہ و وسیع)

جس کی جود و سخا مخلوق کے اندازوں سے کہیں بڑھ کر ہے اور اس کی رحمت و علم ہر چیز پر محیط ہے اور اس کا رزق سب کے لئے کافی ہے۔ (بیہقی۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری)

اَلْحَکِیْمُ

(دانا و بینا)

حکمت والا اور ہر بہتر چیز کو سب سے بہتر انداز میں سمجھنے والا۔ اس کی ذات اور صفات بے مثل ہیں، جس کی پوری معرفت بھی اس کے سوا کسی کو نہیں۔ (الغزالی) حکیم بمعنی مُحکم کے بھی ہے جس کی تفصیل گزر چکی مگر اسم حکم میں زائد فائدہ یہ ہے کہ یہ ہر چیز کو ثابت کرنے والا اور خوبصورت بنانے والا ہے۔

اَلْوَدُوْدُ

(دوست۔ بھلائی چاہنے والا)

جو اپنے بندوں کے اعمال سے خوش ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے ان کے ساتھ بھلائیاں کرتا ہے اور ان کی تعریف کرے اور مخلوق میں ان کے دوست بنائے۔ اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندوں پر اتنے احسانات اور انعامات کرے کہ وہ اسے اپنا دوست سمجھیں اور اس کی حمد کریں۔ (بیہقی)

اَلْمَجِیْدُ

(بڑی شان والا)

جس کی ذات بلند شان، صفات باشرف، کام سب عمدہ، انعامات اور ذات بے مثل ہیں۔ (الغزالی والبونی)

اَلْبَاعِثُ

(اٹھانے والا)

موجودات کو عدم سے وجود میں لانے والا، انسانوں کو قبروں سے اٹھانے والا، سوئے ہوؤں کو نیند سے جگانے والا، غافلوں کو غفلت سے اٹھانے والا اور مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء ورسل کو بھیجنے والا۔ (الزجاج والغزالی، المنصور پوری)

اَلشَّهِیْدُ

(گواہ)

جو ہر چیز پر گواہ اور ان پر مطلع ہو، جس کی مخلوق کو وہاں بغیر حاضری کے اطلاع نہ ہوسکے۔ (البیہقی)

اَلْحَقُّ

(سچا اور ثابت)

جیسے کہا جاتا ہے کہ حقيقة الشيء احقه حقا تيقنت كونه ووجوده یعنی اس کے وجود اور (ثابت) ہونے کا یقین کیا کہ اللہ تعالیٰ حق ہے۔ یعنی یقیناً موجود ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الزجاج) اور الحق کے مقابلے میں الباطل ہے۔ اس لئے اللہ کے سوا ہر معبود اور اس کے حکم کے مقابلے میں ہر حکم باطل ہے۔ (الغزالی)

اَلْوَكِيْلُ

(کارساز)

جس کے حوالے تمام کام کیے جائیں۔ اس عقیدے کے تحت کہ تمام مخلوق کا وہی مالک ہے اور تمام کام اس کی قدرت میں ہیں نہ کہ کسی اور کے ہاتھ میں۔ (البیہقی)

اَلْقَوِيُّ

(طاقت ور)

جس کی طاقت پوری اور کامل ہو۔ (الزجاج) کسی حال میں بھی اس پر عاجزی نہ آئے۔ (البیہقی)

اَلْمَتِيْنُ

(زبردست قوت والا)

جس کی قوت و قدرت کی کوئی انتہا نہ ہو۔ (الزجاج) جس میں کبھی بھی نقص اور تغیر واقع نہ ہو۔ (البیہقی)

اَلْوَلِيُّ

(دوست- مددگار)

جو اپنے دوستوں کی مدد کرے اور دشمنوں کا قلع قمع کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَمِیْدُ

(تعریف کیا گیا)

جس کی حمد و ثناء ہر زبان پر ہر حال میں ہو۔ (الزجاج) جو سب سے پہلے اپنی حمد خود کرنے والا ہے۔ (الغزالی)

اَلْمُحْصِیْ

(گنتی کرنے والا)

جس سے کوئی چیز گمشدہ نہ ہو، جس کے واسطے ہر چیز کی حد اور عدد معلوم ہو۔ (الغزالی)

اَلْمُبْدِئُ

(پہلے پہل پیدا کرنیوالا)

وہ ہر چیز کا موجد ہے، یعنی نہ کسی اور کی صنعت (وحرفت) نقل کرنا والا۔
(الزجاج والغزالی)

اَلْمُعِیْدُ

(دوبارہ پیدا کرنیوالا)

یعنی قیامت کے دن حساب وکتاب کے لئے دوبارہ پیدا کرنے والا۔
(الزجاج والغزالی)

اَلْمُحْیِیْ

(زندہ کرنے والا)

جس نے مخلوق میں زندگی پیدا کی۔ ان کو زندہ کیا یا مردہ زمین کو آباد کر کے زندہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا (الزجاج) اور مردہ قلوب کو دین (کی روشنی) سے روشن کیا۔ (البیہقی)

اَلْمُمِيْتُ

(مارنے والا)

مخلوق سے زندگی چھین کر موت دینے والا۔ اس نام میں زندہ کرنے والی صفت کی طرح مدح شامل ہے۔ کیونکہ اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے نہ کسی اور کے ہاتھ میں (البیہقی) اسی نے زندگی اور موت کو پیدا کیا ہے۔ (الزجاج)

اَلْحَیُّ

(ہمیشہ زندہ رہنے والا)

ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہی گا (الزجاج)۔ اس کی زندگی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کیلئے موت سے پاک ہے۔

اَلْقَیُّوْمُ

(ہمیشہ قائم)

ہمیشہ سے قائم ہے بغیر کسی فنا اور زوال کے۔ اس کی قدرت سے پوری خلق کا قیام ہے۔

اَلْوَاجِدُ

(پانے والا)

ہر چیز کو پانے والا۔ کوئی چیز اس سے اوجھل نہیں۔ (الغزالی) کسی بھی چیز کیلئے کسی کا محتاج نہیں۔ (الزجاج)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْمَاجِدُ

(بڑے شرف والا)

الماجد بھی المجید کے ہی ہم معنی ہے لیکن اس میں مبالغہ کے معنیٰ زیادہ ہیں۔ (الزجاج والغزالی)

اَلْوَاحِدُ

(یکتا و یگانہ، اکیلا)

جو اپنی ذات و صفات میں یکتا ہو بغیر اجزاء و شرکاء کے۔ دوسروں کے شریک بھی ہیں اور ان کے اجزاء بھی ہیں۔ (الزجاج)

اَلصَّمَدُ

(بے نیاز، داتا)

یہ کہ تمام حاجتوں میں اس کی محتاجی ہو اور تمام ضروریات میں اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ (الغزالی)

اَلْقَادِرُ

(قدرت رکھنے والا)

قادر وہ ذات ہے کہ جس کا حکم بغیر کسی واسطے کے نافذ ہو اور اس کے نفاذ میں وہ عاجز و بے بس نہ ہو۔ (الزجاج) جو چاہے کرے اور نہ چاہے تو نہ کرے۔ اس پر کسی کا زور نہیں، نہ کسی کام کے کرنے پر مجبور ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْمُقْتَدِرُ

(مکمل قدرت رکھنے والا)

جس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہ ہو۔ ہر کام میں اپنی قدرت و طاقت دکھانے والا اور جو کام نہیں کرتا (تو بے بسی کی وجہ سے نہیں بلکہ) اگر چاہے تو کر سکتا ہے۔ (البیہقی) لفظ میں (حروف کی) زیادتی معنیٰ میں زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔

اَلْمُقَدِّمُ

(آگے کرنے والا)

اَلْمُؤَخِّرُ

(پیچھے کرنے والا)

شان اور شرف میں، علم و عمل میں، دولت و عزت میں اپنے خاص بندوں کو قریب کرے اور دشمنوں کو دور کرے۔ جسے چاہے ہمیشہ کے لئے یا بالفعل آگے کرے اور جسے چاہے پیچھے کر دے۔ ان سب باتوں میں اس کی حکمت کارفرما ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے آگے کیا وہ ہمیشہ آگے اور جسے پیچھے کیا وہ ہمیشہ پیچھے رہے گا۔ (الزجاج والغزالی والبونی)

اَلْاَوَّلُ

(سب سے پہلے)

اَلْاٰخِرُ

(سب کے بعد)

ہر موجود چیز کے وجود سے پیشتر اس کا وجود تھا اور ہر موجود چیز معدوم ہو جائے گی مگر وہ موجود رہے گا۔ مشکوٰۃ ص 211 میں بحوالہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے۔

"اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْئٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْئٌ"

اے اللہ تو سب سے پہلے ہے، تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو سب سے بعد میں ہے اور تیرے بعد کوئی چیز نہیں۔ (الزجاج)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلظَّاھِرُ

(سب سے ظاہر)

اہل فہم و اہل علم کے آگے دلائل و براہین سے، وحدانیت کی نشانیوں کے ساتھ ظہور بمعنی علو کے بھی ہیں۔ جیسے کہا جاتا ہے "ظھر فلان فوق السطح اذا علا" فلاں ظاہر ہوا یعنی بلند و بالا ہوا۔ اس معنیٰ میں مذکورہ دعا کا بقیہ حصہ بھی تقویت فراہم کرتا ہے۔ "اَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْئٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْئٌ" تو سب سے بلند ہے تجھ سے بلند کوئی چیز نہیں اور تو سب سے پوشیدہ ہے، تجھ سے آگے بھی کوئی چیز نہیں۔ (الزجاج)

اَلْبَاطِنُ

(سب سے پوشیدہ)

کوئی اس کی ذات کا ادراک نہیں کرسکتا بلکہ اس کی قدرت کی نشانیوں سے اس کو پہچانا جائے اور اس کا یقین رکھا جائے۔ (البیہقی) نیز بمعنی ہر غیب و باطن کو جاننے والا جیسے کہا جاتا ہے۔ "بطنت فلاناً وخبرته اذ اعرفت باطنه وظاهره" اس کے ظاہر و باطن کو جانا اور اللہ تعالیٰ تمام ظاہری اور باطنی امور کو جاننے والے ہیں۔

(الزجاج)

اَلْوَالِیُ

(مالک)

تمام اشیاء کا مالک اور اپنی مرضی سے ان میں تصرف کرنے والا اور اس کی تدبیر کرنے والا۔ (الزجاج والبیہقی والمنصور پوری اور اسمآء الحسنٰی مصنفہ محمد درویش)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْمُتَعَالِیُ

(انتہائی بلند)

مبالغہ کے معنوں میں ہے۔ (الزجاج) ساتوں آسمانوں اور عرش سے بھی بلند ہے جیسے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ (اس ضمن میں ہماری کتاب ''توحید خالص'' کا مطالعہ مفید رہے گا) اپنی شان کے لحاظ سے ان تمام چیزوں سے پاک اور بلند ہے جو مخلوق سے منسوب ہیں۔ (البیہقی)

اَلْبَرُّ

(نیکی و بھلائی کرنے والا)

اپنی تمام مخلوقات سے بھلائی کرنے والا۔ ان کے لئے کسی بھی پریشانی کا ارادہ نہیں کرتا۔ انسانوں کے کتنے ہی گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔ نیکی کے ثواب کو بڑھاتا ہے۔ اپنے مقرب بندوں کو دوستی اور عبادت کے لئے مخصوص فرماتا ہے۔ ساری مخلوق کو رزق دینے میں مہربان ہے۔ کسی کیساتھ بخل نہیں کرتا۔ (البیہقی)

اَلتَّوَّابُ

(توبہ قبول کرنے والا)

جو بندہ بھی اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اس کے احکام کی اتباع کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت کے ساتھ اس کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ جو وعدے بھی اپنے بندوں سے کئے ہیں ان سے محروم نہیں رکھتا۔ نہ صرف توبہ قبول کرتا ہے بلکہ خود بندے کو توبہ کی توفیق دیتا ہے۔ جیسے فرمایا:

ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا (التوبہ:118)

''ان کی طرف رحمت سے متوجہ ہوا تاکہ وہ توبہ کریں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْمُنْتَقِمُ

(بدلہ لینے والا)

جو سرکش اور نافرمانوں کی کمر توڑ دے اور سخت عذاب کرے، لیکن مہلت دینے اور ڈرانے وغیرہ کے بعد تاکہ ان کو سوچنے کا موقعہ ملے۔ اور شاید کہ وہ رجوع کریں لیکن جو اللہ کی طرف رجوع نہ کرے تو پھر اس کے لئے سخت عذاب ہے۔ (الغزالی) وہ ہر ایک کو عذاب قوت برداشت کے مطابق کرتا ہے۔ (البیہقی)

اَلْعَفُوُّ

(درگزر کرنے والا)

گناہوں اور برائیوں کو مٹانے والا، یہ لفظ معنی کے لحاظ سے الغفور سے زیادہ مبالغے والا ہے۔ کیونکہ غفور میں ڈھانپنے کے معنی ہیں اور اس میں بالکل مٹانے کے۔ (الغزالی) کہا جاتا ہے: عفی عنه ذنبه ترک العقوبة علیه. یعنی اللہ تعالیٰ گناہوں کے باوجود عذاب نہ کرنے والا بھی ہے۔ (الزجاج)

اَلرَّءُوْفُ

(شفقت کرنے والا)

رحیم سے زیادہ مبالغے والا ہے یعنی انتہائی مہربانی اور رحمت والا۔ (الزجاج) اس کی بڑی مہربانی یہ ہے کہ طاقت سے زیادہ کسی پر بھی عبادت کا وزن نہیں رکھتا۔ بلکہ بیمار اور مسافروں سے نرمی کرتا ہے۔ (البیہقی)

مَالِکُ الْمُلْکِ

(سلطنت و بادشاہت کا مالک)

جس کو چاہے دے دے، جس سے چاہے چھین لے۔ بادشاہوں کا بادشاہ جن کو وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے امر و نہی سے چلاتا ہے۔ (الزجاج) جس طرح چاہے اپنے ملک میں اپنی مرضی چلائے، معدوم کرے، فنا کرے یا باقی رکھے۔ (الغزالی)

ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

(بزرگی والا اور سخاوت والا)

جو ہر بھلائی اور شرف کمال کا مستحق ہے۔ ہر عزت اور سخاوت بھی اس سے ملنے والی ہے۔ اگر کوئی مخلوق کسی کو عزت دے یا اس کیساتھ سخاوت سے کرے تو وہ بھی اس کے حکم سے ہے۔ اس کی سخاوت اپنی مخلوق پر بے انتہا ہے۔ (الغزالی) یہ اس کی شان ہے کہ اس کی بڑائی اور بادشاہی کے سامنے اس کی ہیبت سے (خوفزدہ ہوکر) رہا جائے اور اس کی شان کے مطابق اس کی تعظیم وتکریم کرنا مخلوق پر واجب ہے اور یہ حق کسی اور کا نہیں ہے کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ (البیہقی)

اَلْمُقْسِطُ

(انصاف کرنیوالا)

مظلوم کو ظالم سے اس کے حقوق دلوائے۔ اپنے تمام فیصلوں میں مخلوق کے ساتھ انصاف کرنے والا۔ اس کے انصاف کا یہ کمال ہے کہ وہ بعض اوقات ظالم اور مظلوم دونوں کو راضی کرتا ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت میں مظلوم کو (ظالم کے) ظلم کے بدلے میں ظالم کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اور مظلوم کے گناہ ظالم کو دیئے جائیں گے۔ مظلوم کو جنت کے بنگلے ومحل دکھائے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ ان کی قیمت یہ ہے کہ تو گناہ گار کو معاف کردے پھر وہ مظلوم شخص ظالم کو معاف کردے گا اور جنت میں ظالم کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ (الدر المنثور ص 261 ج 3 بحوالہ ابو یعلیٰ وغیرہ) اس قسم کا انصاف صرف رب العالمین کی ذات ہی کرسکتی ہے۔ (الغزالی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْجَامِعُ

(جمع کرنے والا)

قیامت کے دن مخلوقات کو حساب کیلئے جمع کرنے والا (الزجاج) مختلف انسانوں کو زمین میں، اور زمین و آسمان میں موجود مختلف چیزوں کو مثلاً ستارے، ہوا، دریا، حیوان، نباتات، اور معدنیات جو رنگ و بو میں اور صورت، وصف و ذوق میں باہم مختلف ہیں، انسانی جسم کی ہڈیوں، گوشت پوست، خون و خلط کو جمع کرنے والا ہے۔ اسی طرح متضاد اشیاء کا جمع فرمانا جو باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جیسا کہ گرمی اور سردی، خشکی و تری وغیرہ۔ (الغزالی)

اَلْغَنِیُّ

(بے پرواہ)

ساری مخلوق سے اپنی قدرت کی بناء پر بے پرواہ اور بے نیاز۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ (الزجاج)

اَلْمُغْنِیُّ

(بے پرواہ کرنے والا)

جس کو چاہے رزق دے، نعمتوں سے نوازے اور دوسروں کی محتاجی سے بچائے۔ (الزجاج والبیہقی)

اَلْمَانِعُ

(روکنے والا)

جس کو چاہے روک دے۔ کسی بھی چیز سے اس کا روکنا حکمت سے خالی نہیں (الزجاج) دین و دنیا میں ہلاکت اور نقصان کے اسباب کو وہی روکنے والا ہے۔ (الغزالی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلضَّارُّ اَلنَّافِعُ

(نقصان پہنچانے والا) (نفع دینے والا)

ان دونوں ناموں کو ساتھ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دونوں مل کر مکمل معنیٰ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی نفع یا نقصان دینے والا ہے۔ یہ اس کی کامل قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور حکمت پر بھی۔ سب اچھائیاں اور برائیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ تمام بھلائیوں کا مسبب الاسباب اور برائیوں کو دفع کرنے والا ہے۔(الزجاج) کسی سے بھی نفع یا نقصان ہو یہ سب اس کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔

اَلنُّوْرُ

(روشن)

اس کی توحید کے دلائل بالکل روشن و عیاں ہیں۔ (الزجاج) وہی ہر چیز کو ظاہر کرنے والا ہے۔ (الغزالی) کیونکہ اس کے بتائے بغیر کوئی بھی کسی چیز کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔ اگر وہ آسانی نہ کرے تو کوئی بھی اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب نہ ہو۔ عقل اور حواس خمسہ سب اس کے پیدا کردہ اور عطا کردہ ہیں۔ (البیہقی)

اَلْبَدِيْعُ

(بے مثال)

جو اپنی ذات و صفات میں بے مثل ہے۔ (الغزالی) اور وہی بے مثال پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اکیلا اپنے خاص علم اور قدرت سے پیدا کرنیوالا ہے۔ (البیہقی)

اَلْهَادِيْ

(راستہ بتلانے والا)

نجات اور اپنی معرفت کی راہ بتلانے والا۔ تمام مخلوقات کو اپنی حاجات اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروریات پوری کرنے کی راہ دکھانے والا۔ (البیہقی والزجاج والغزالی)

اَلْبَاقِیْ

(باقی رہنے والا)

ہمیشہ باقی رہنے والا۔ باقی سب مخلوق کو فنا ہونا ہے۔ (البیہقی)

اَلْوَارِثُ

(حقیقی وارث ہونیوالا)

باقی تمام وارثِ مال واولاد فنا ہونے والے ہیں۔ بادشاہ، نواب، سرمایہ دار، وڈیرے، زمیندار، دولتمند سب فانی ہیں۔ ان کی وراثت عارضی ہے۔ بالآخر تمام چیزوں کا وارث وہی ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ (الزجاج والغزالی والبیہقی)

اَلرَّشِیْدُ

(سیدھی راہ والا)

جس کے تمام کام اور حکم رشد اور ہدایت پر مبنی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ھود:56)

''بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔''

یعنی فعیل بمعنی فاعل کے بھی ہیں اور بمعنی مفعل کے بھی ہیں۔ وہ ہی مرشد اور سب کو راستہ دکھانے والا ہے۔ عام مخلوق، انسان، جن، حیوان، پرند و چرند اور حشرات الارض وغیرہ کو اپنی زندگی کی ضروریات کے لئے اور مسلمانوں کو جنت اور ثواب کے حصول کے لئے راہ بتلانے والا۔ (الزجاج) یہ سب وہ اپنے علم سے کرتا ہے نہ کہ کسی سے صلاح ومشورہ یا تجویز ورہنمائی حاصل کرنے کے بعد۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذَالِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (الغزالی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلصَّبُوْرُ﴾

(صبر کرنے والا)

گناہ گاروں کو مہلت دینے والا اور عذاب کرنے میں جلدی نہ کرنے والا۔
(البیہقی والغزالی)

قارئین! ان کے علاوہ دیگر اسماء مبارکہ بھی ہیں جو امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الاسماء والصفات ص 506 میں اور شرح اسماء الحسنٰی بنام "**الموضح للطریق والقسطاط للتحقیق**" مصنفہ محی الدین ابوالعباس احمد بن علی البونی القریشی وغیرہ میں دیکھنے چاہئیں۔ ان تمام ناموں سے دعا مانگی جاسکتی ہے جس نام کا بھی مطلب سے تعلق ہو، اس کے وسیلے سے مانگا جائے۔ مثلاً: رزق کے لئے **یا رزاق**، گناہ بخشوانے کے لئے **یا غفار یا غفور**، رہنمائی کے لئے **یا رشید یا ھادی**۔ مظلومیت کی حالت میں **یا قھار یا جبار یا مقسط**۔ علم کی طلب کے لئے **یا علیم** عزت مانگنے کے لئے **یا معز**، امن کی طلب کے لئے **یا سلام**، **یا مؤمن** علٰی ہٰذا القیاس تمام ناموں کو استعمال کرکے بندہ اپنے مالک سے دعا مانگ سکتا ہے۔

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے تین مبارک نام ترتیب وار مذکور ہیں یعنی اللہ۔ الرحمٰن۔ الرحیم، اس بارے میں امام بقاعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> **وذالک موافق لترتیب الوجود الایجاد ثم للنعم العامة ثم الخاصه بالعباد و ذکر الوصفان ترغیباً وطویت النقمة فی افهام اختصاص الثانی لتمام الترغیب بالاشارة الی الترهیب (26/1)**
>
> "یہاں موجودات کے وجود کی ترتیب کا خیال رکھا گیا ہے پہلی صفت یہ کہ اللہ ہی تمام اشیاء کا خالق اور موجد ہے۔ دوسری صفت یہ کہ وہ بڑا مہربان ہے اور اس کی مہربانی تمام مخلوق کو شامل حال ہے اور تیسری صفت یہ کہ کچھ خاص بندوں کے لئے اس کی مخصوص عنایتیں ہیں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل: ہندوؤں کے مشہور فرقے آریہ سماج کے قائد سوامی دیانند نے اپنی کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' کے چودھویں اور آخری باب میں قرآن مجید پر متعدد اعتراضات کئے ہیں۔تمام اعتراضات کے جوابات اپنے اپنے موقعے پر آئیں گے۔ان شاء اللہ

ستیارتھ پرکاش کے صفحہ 496 پر اس نے مذکورہ آیت پر تین اعتراض وارد کئے ہیں۔

اعتراض 1: اس (قرآن) کا بنانے والا کوئی دوسرا ہے، کیونکہ اگر خدا کا بنایا ہوتا تو شروع ساتھ نام اللہ کے، ایسا نہ کہتا بلکہ شروع واسطے ہدایت انسانوں کے ایسا کہتا''

الجواب: اولاً قرآن کے مختلف معانی میں سے ایک معنیٰ ''پڑھنا'' بھی ہے (جیسا کہ مقدمے کے دوسرے باب کی پہلی فصل میں تفصیل سے ذکر ہوا) تو جب اس کتاب کا نام ہی ''پڑھنا'' ہے۔یعنی بندوں کے پڑھنے کی کتاب ہے لہٰذا بندوں کیلئے یہی بات مناسب ہے کہ وہ اسے اس کے نام سے شروع کریں۔

ثانیاً: یہ اعتراض تو خود آریوں پر بھی وارد ہوسکتا ہے کیونکہ وہ ویدوں کو آسمانی کتابیں سمجھتے ہیں جبکہ ان سب کی شروعات لفظ ''اوم'' سے ہوتی ہے اور اس کا معنیٰ وہ ''پرمیشور'' کرتے ہیں جیسا کہ خود سوامی نے ستیارتھ پرکاش کے پہلے باب میں لکھا ہے گویا ان کے بقول یہ چاروں ویدیں کسی دوسرے کی تصنیف ہیں آسمانی کتابیں نہیں ہیں۔

اعتراض 2: ''اگر انسانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ تم ایسا کہو تو بھی درست نہیں، کیوں کہ اس سے گناہ کا شروع ہونا بھی خدا کے نام سے ہونا لازم آئے گا۔''

الجواب: حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اچھی باتوں کا حکم دیتا ہے جیسا کہ فرمایا:

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (البقرة:195)

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (بنی اسرائیل:53)

اور برائیوں سے منع کرتا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (الانعام:151)

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کاموں پر تنبیہ فرمائی ہے۔

مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (النساء:123)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر یہ حکم کس طرح گناہوں پر صادق آ سکتا ہے۔ بلکہ اس سے تو اس کی شان اور عظمت کا اظہار ہوتا ہے کہ تمام اچھے کام اس کے نام سے شروع ہوتے ہیں۔

ثانیاً: یہاں قرآن مجید شروع کرنے کا ذکر ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نیکی کا کام ہے۔

اعتراض 3: ''اگر وہ بخشش اور رحم کرنے والا ہے تو اس نے اپنی مخلوق میں انسانوں کے آرام کے واسطے جانداروں کو مار کر سخت ایذا دلا کر اور ذبح کرا کے گوشت کھانے کی (انسانوں کو) اجازت کیوں دی؟''

الجواب: **اولاً** اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں انسانوں کیلئے پیدا فرمائی ہیں۔ کچھ سواری کیلئے کچھ کھانے کیلئے اور کچھ چیزیں دیگر ضروریات و حاجات کے لئے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا (البقرة:29)

یہ اس کی مخلوق پر کمال مہربانی ہے۔

ثانیاً: کبھی یوں ہوتا ہے کہ کسی جانور کو چھوٹے چھوٹے جانور اور کیڑے مکوڑے کھانے کیلئے چمٹ جاتے ہیں۔ اب اس جانور کی جان بچانے کیلئے ان کیڑے مکوڑوں کو مارنا کیا سوامی صاحب کے نزدیک بے رحمی ہے؟ اگر نہیں تو پھر انسان جیسی عظیم ہستی کو قوت و توانائی بہم پہنچانے کے لئے کسی جانور کو مخصوص آداب کے ساتھ ذبح کرنا عین رحم ہے۔

ثالثاً: سوامی خود لکھتا ہے:

''اس کے علاوہ بیل گاڑی، سواری اور باربرداری وغیرہ کاموں میں یہ جانور انسانوں کیلئے بہت مفید ہیں۔'' (ستیارتھ پرکاش ص265)

اب اس حالت میں جانوروں کو سخت اذیت اور تکلیف دینے کی اجازت کیوں روا ہے اسے بے رحمی کیوں نہیں کہا؟ بلکہ انہیں نعمت سمجھ رہا ہے۔ بالکل اسی طرح بعض جانوروں کو حلال طریقے سے ذبح کر کے استعمال کرنا بھی اللہ کی نعمت ہے۔

رابعاً: بعض موذی جانوروں مثلاً سانپ، بلا، پاگل کتا، خنزیر اور جو فصلوں کو نقصان پہنچاتے ہیں ان کو مارنا بھی کیا سوامی کے نزدیک بے رحمی ہے؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان موذی جانوروں کو اگر نہ مارا جائے تو انسان کی زندگی اور معیشت دونوں تباہ ہوجاتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ حکمت کے تحت کسی جانور کو ذبح کرنا یا مارنا بے رحمی یا ناانصافی نہیں بلکہ عین انصاف اور رحم ہے۔ سوامی کو قدرت کے قائم کردہ نظام میں غور وفکر کرنا چاہیے کہ شریعت نے جن جانوروں کو حلال کیا ہے اور جنہیں ذبح کرکے کھانے کا حکم دیا ہے وہ کس کثرت کے ساتھ موجود ہیں ان کی تعداد میں بڑھوتی کس قدر ہے۔ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں جانور ذبح ہوتے ہیں کیا کسی علاقے میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے؟ اس کے باوجود اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ جانور کو ایذا دے کر یا باندھ کر یا بھوک سے نہ مارا جائے ان تمام کاموں سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔ بلکہ یہاں تو حکم یہ ہے کہ ذبح کرنے والے اوزار کو خوب اچھی طرح تیز کرلیا جائے تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو۔

الحاصل: کسی حکمت اور مصلحت کے تحت جانور کو ذبح کرنا بے رحمی نہیں ہے۔ بنی اسرائیل کو ایک قاتل کی تلاش کیلئے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ (سورہ البقرہ کے نویں رکوع میں اس واقعے پر مفصل بحث آئے گی انشاءاللہ) اس میں کتنی ہی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔

مثلاً: قاتل کی نشاندہی، مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے متعلق اللہ کی کامل قدرت کا مشاہدہ، اور چونکہ اس وقت گائے کی پوجا ہوتی تھی لہٰذا گائے کو ذبح کرکے مشرکین کے معبود کی کمزوری کو عیاں کیا گیا کہ جو اپنی جان کا مالک نہیں، ہے اس کی پوجا کیونکر کی جاسکتی ہے۔ **وھو الخامس**

سادساً: فیصلے کی خاطر ایسا کیا جاسکتا ہے۔ خود سوامی نے حاکموں کو اس بات کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

> ”یہ کام ارا کین سلطنت کا ہے جو حیوان یا انسان مضرت کا باعث ہوں انہیں سزا دیں اور ضرورت ہو تو جان سے بھی مار دیں۔“
>
> (ستیارتھ پرکاش ص 266)

گویا مصلحت کے تحت زندہ جانور کو مارنا یا ذبح کرنا بے رحمی نہیں ہے۔

سابعاً: خود سوامی اس موقع پر ایک اعتراض ذکر کرکے جواب لکھتا ہے۔ معترض: پھر کیا ان کا گوشت پھینک دیں؟ جواب: خواہ پھینک دیں خواہ کتے وغیرہ گوشت خور جانوروں کو کھلا دیں۔ اگر کوئی گوشت خور انسان کھائے تو بھی دنیا کا نقصان نہیں ہوتا البتہ اس شخص کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عادت میں گوشت خوری داخل ہو کر طبیعت میں ایذا رسانی (کی خو) پیدا ہو سکتی ہے۔''

ثابت ہوا کہ سوامی صاحب کے نزدیک بھی گوشت کھانے والوں سے دنیا کو کوئی نقصان نہیں ہے۔ تو پھر حلال جانوروں کو ذبح کرنا بے رحمی کیسے ہو سکتا ہے۔؟

سوامی صاحب کو ایذا رسانی کی خو کا خطرہ اس لئے ہوا کہ وہ ذبح کے اسلامی قواعد وضوابط کو نہیں دیکھ رہا۔ اس لئے کہ حلال وحرام کے جو احکام ہیں اور جو ذبح کرنے کے آداب ہیں اگر انہیں ملحوظ خاطر رکھا جائے تو اس قسم کی عادت پیدا ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ ایسا یقیناً برہمنوں کے ساتھ ہو سکتا ہے چنانچہ درم شاستر میں لکھتا ہے۔''برہمنوں کو ساہی، گرگٹ، چھپکلی، مگرمچھ، خرگوش وغیرہ کھانا درست ہے۔'' اور متاکشتر میں لکھتا ہے۔ ''پانچ ناخنوں والے جانوروں میں گوہ، کچھوا، ساہی، خرگوش اور مچھلیوں میں روہو، مینڈک کھانے کے لائق ہیں۔''

منو شاستر میں لکھتا ہے''سورج اتراین اور دکھشا ئین یعنی ساون اور ماہ کے ابتداء میں قربانی کرنا اور کھانا فرض ہے۔'' (تحفۃ الہند للشیخ عبداللہ پائلی ص 99) ایسے ہی لوگوں کو ہوس اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ ہر جائز و ناجائز طریقے سے جانوروں کو مارو اور بلا دریغ کھاؤ اور اپنی ہوس کو پورا کرو۔ مگر مسلمان اسلامی احکامات اور حدود کے تحت چلتے ہیں لہٰذا ان کے بارے میں اس قسم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ وہ بے رحمی کریں گے۔

گر نہ بیند بروز شپر چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

سوامی صاحب کو قرآن یا اسلام پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے ارشادات پڑھ لینے چاہئیں۔ ایک جگہ لکھتا ہے۔

''جو دوسرے مذہبوں کو جن کے ہزاروں کروڑوں آدمی معتقد ہوں جھوٹا بتلائے اور اپنے کو سچا ظاہر کرے، اس سے بڑھ کر جھوٹا مذہب اور کونسا ہو سکتا ہے۔'' (ستیارتھ پرکاش ص 522 باب 14)

اب قارئین کرام ہی انصاف کریں کہ اس کرۂ ارضی پر اسلام اور قرآن کے ماننے والے کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں، انہیں غلط کہنے والا اور جھوٹا کہنے والا بقول سوامی خود ہی جھوٹا اور غلط ہے۔

اب تک کی ساری گفتگو سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی اہمیت اور فضیلت روزِ روشن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی طرح عیاں ہوچکی ہے، اب اس آیت مبارکہ سے متعلق چند اہم مسائل تحریر کئے جارہے ہیں:

مسائل

1. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سورۃ توبہ کے علاوہ قرآن مجید کی تمام سورتوں (بشمول سورۃ فاتحہ) کی پہلی آیت ہے۔ اس بات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس وقت جو قرآن مجید دنیائے عالم میں موجود ہے یہ اسی ترتیب کے مطابق ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ نے بتلائی اور لکھائی۔ پھر صحابہ کرام نے دوسروں کو بھی اسی ترتیب کے مطابق قرآن مجید لکھایا اور بتلایا۔ اس طریقے کے مطابق یہ ہم تک پہنچا، اس لئے مابین الدفتین جو کچھ ہے سارا کا سارا اللہ کا کلام ہے۔

اسی قرآن مجید کے نسخے قرون اولیٰ سے لے کر آج تک دنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں اور تمام مصاحف میں سورۃ توبہ کے علاوہ ہر چھوٹی یا بڑی سورت کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی ہے۔ یہ ایک ایسی قطعی دلیل ہے جس کے مقابلے میں نہ تو خبر متواتر ہے نہ ہی کوئی سماع یا مشاہدہ! قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے نظام کے مطابق سینوں اور دفتروں میں محفوظ رہا ہے لہٰذا تواترِ استقرائی کے ساتھ قرآن کا اس طرح پڑھا جانا خود اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن اسی طرح نازل کیا ہے یعنی ہر سورۃ کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتی ہے۔ کوئی بھی منصف مزاج اور صاحب فہم انسان اس حقیقت سے انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ہمارے اس دعوے کی یہ دوسری دلیل تھی۔

تیسری دلیل سنن کبریٰ بیہقی میں موجود سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ انہوں نے خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے قرآن مجید کا نسخہ لکھا۔ ثابت ہوا کہ دیگر تمام نسخے جو بعد میں لکھے گئے ان سب کا مرکزی ماخذ یہی نسخہ تھا۔ اور دیگر تمام نسخوں میں سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورت کے ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی ہے جو اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اصلی نسخے میں بھی اسی طرح تھا۔ اور یہ نسخہ رسول اللہ ﷺ کے شاگردوں سے سن کر لکھا گیا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح پڑھایا اور لکھایا اور آپ ﷺ پر بھی اسی طرح قرآن نازل ہوا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بیہقی رحمہ اللہ نے سنن الکبریٰ 2/40 میں سیدنا زید بن ثابت کی مذکورہ حدیث پر جو عنوان قائم کیا ہے وہ ہے:

"باب الدليل على ان ماجمعته مصاحف الصحابة رضى الله عنهم كله قران وبسم الله الرحمٰن الرحيم فى فواتح السور سوى براءة من جملته"

"اس مسئلے کا بیان کہ صحابہ کرام کے صحائف میں جو کچھ جمع تھا وہ سب کا سب قرآن تھا اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورت کے شروع میں ہونا بھی قرآن میں سے ہے"۔

چوتھی دلیل سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث ہے جو مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، کتاب المصاحف لابن ابی داؤد، ابن المنذر، الناسخ والمنسوخ لابن النحاس، صحیح ابن حبان، ابوالشیخ، مستدرک حاکم، ابن مردویہ، دلائل النبوۃ للبیہقی میں موجود ہے۔

قلت لعثمان بن عفان رضى الله عنه ماحملكم ان عمدتم الى الانفال وهى من المثانى والى براءة وهى من المئتين فقرنتم بنيهاولم تكتبوا سطر بسم الله الرحمٰن الرحيم ووضعتموها فى السبع الطوال ماحملكم على ذالك فقال عثمان رضى الله عنه كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مما ياتى عليه الزمان وهو ينزل عليه السور وذوات العدو فكان اذا نزل عليه الشئى دعا بعض من كان يكتب فيقول ضعوا هولاء الآيات فى السورة التى يذكر فيها كذا وكذا وكانت الانفال من اوائل مما نزل بالمدينة وكانت براءة من آخر القرآن نزولاً وكانت قصتها شبيهة بقصتها فظنت انها منها فقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يبين لنا انها منها فمن اجل ذالك قرنت بينها ولم اكتب بينهما بسم الله الرحمن الرحيم ووضعتها فى السبع الطوال.

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا کہ آپ نے سورہ الانفال اور سورہ توبہ کے درمیان میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیوں نہیں لکھی؟ آپ نے جواب دیا کہ جب قرآن مجید نازل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمیں سمجھاتے تھے کہ اس آیت کو فلاں جگہ پر ملادو مگر ان دونوں سورتوں کی بابت آپ ﷺ نے ایسا کوئی حکم جاری نہ فرمایا۔ چونکہ مضمون کے لحاظ سے دونوں سورتیں ایک دوسرے کے ساتھ مشابہ ہیں لہٰذا میں نے ان دونوں کو ایک ساتھ لکھا اور درمیان میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی۔

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی 2/135 میں حسن اور امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک 2/221 میں بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص میں ان کی موافقت کی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تمام سورتوں کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھی تھی البتہ سورۃ توبہ کے بارے میں آپ ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا، لہٰذا اس کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی۔ اس قدر وضاحت کے بعد اب کسی قسم کے انکار یا اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

مشہور تفسیر بیضاوی کے شروع ہی میں صفحہ 2 پر لکھا ہوا ہے۔

"والاجماع أن مابين الدفتين كلام الله سبحانه وتعالىٰ والوفاق على اثباتها في المصاحف مع المبالغة في تجريد القرآن حتى لم تكتب آمين"

اس بارے میں سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس بات پر سب کا اجماع ہے کہ مابین الدفتین (دوتختیوں کے درمیان) جو کچھ ہے وہ اللہ کا کلام ہے، اور بالاتفاق تمام مصاحف میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھتے آئے ہیں باوجود یکہ اس بارے میں یہ کوشش تھی اور رہی ہے کہ قرآن کے ساتھ اور کچھ بھی نہ ملایا جائے حتیٰ کہ آمین بھی ساتھ نہ لکھی جائے، بلکہ مصاحف میں بھی لکھی ہوئی نہیں ہے۔

اس دلیل سے واضح ہوا کہ یہ آیت ہر سورۃ کی ابتداء ہے۔ جب یہ دلیل مشہور فقیہ امام یعلیٰ نے امام محمد بن حسن الشیبانی کے سامنے پیش کی تو وہ خاموش ہوگئے۔

(تفسیر کبیر للرازی 1/197)

امام نووی رحمہ اللہ، شرح مسلم 1/172 میں فرماتے ہیں:

انها كتبت في المصحف بخط المصحف وكان هذا باتفاق الصحابة رضي الله عنهم واجماعهم على ان لايثبتوا فيه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخط القرآن غير القرآن واجمع بعدهم المسلمون كلهم في كل الاعصار الى يومنا واجمعوا انها ليست في اول البراءة وانها لاتكتب فيها وهذا يؤكد ماقلناه.

"مصاحف میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اسی خط سے تحریر کیا جاتا ہے کہ جس خط میں سارا قرآن لکھا جاتا ہے، یہ سب کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع و اتفاق سے ہی ممکن تھا، اور ان کا اس بات پر بھی اجماع تھا کہ قرآن مجید کے خط میں مصحف میں قرآن کے علاوہ اور کچھ بھی نہ لکھا جائے گا۔ صحابہ کرام کے زمانے کے بعد ہمارے زمانے تک تمام اس بات پر متفق رہے ہیں ان کا اس بات پر بھی اجماع تھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ توبہ کے شروع میں نہیں ہے اور نہ ہی یہ مصحف میں لکھی جائے گی۔"

امام نووی رحمہ اللہ کے یہ الفاظ ہماری اس بات کو تقویت دے رہے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورت کی ابتدائی آیت ہے، یہی بات نواب صدیق حسن خان نے فتح البیان 1/31 میں فرمائی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ معرفۃ السنن والآثار 1/202 (المصور) میں فرماتے ہیں:

واحسن مايحتج به اصحابنا في بسم الله الرحمن الرحيم من القرآن وانها في فواتح السور منها سوى سورة براءة ومارويناه من جمع من الصحابة كتاب الله عزوجل في مصاحف وانهم كتبوا فيها بسم الله الرحمن الرحيم على رأس كل سورة سوى سورة براءة من غير استثناء ولا تقييد ولا ادخال شئى آخر منها وهم يقصدون بذالك نفي الخلاف عن القرأة فكيف يتوهم عليهم انهم كتبوا فيها مائة وثلاث عشرة آية ليست من القرآن.

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید میں سے ہے اور یہ سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے اس بات کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام نے بڑے اہتمام سے قرآن مجید لکھا اور اس بات کا بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیال رکھا کہ قرآن کے علاوہ اس میں کوئی چیز یا مختلف فیہ شی نہ آئے۔ کتنے ہی صحابہ سے روایت ہے کہ انہوں نی مصحف لکھا اور بغیر کسی استثناء اور قید کی سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورت کے ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی۔ تو صحابہ کے بارے میں یہ گمان کیونکہ کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے قرآن میں ایک سو تیرہ آیتیں ایسی لکھ دیں جو قرآن میں نہیں ہیں۔" حاشا وکلا

مسئلے کی مزید وضاحت کیلئے یہاں کچھ حدیثیں اور آثار ذکر کیے جارہے ہیں۔

1- صحیح مسلم مع النووی 1/ 172 میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

بینـا رسول الله صلى الله عليه وسلم ذات يوم بين اظهرنا اذ اغفـى اغفـاءـة ثم رفع رأسه متبسما فقلنا ما اضحكك يا رسـول الله صلى الله عليه وسلم قال انزلت على انفا سورة فـقـرأ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ o فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ o اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ.

"ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ پر کچھ غنودگی طاری ہوئی پھر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنے چہرے مبارک کو اوپر اٹھایا ہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کو کس چیز نے ہنسایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ابھی ابھی مجھ پر ایک سورۃ نازل ہوئی ہے پھر آپ نے اس طرح پڑھا: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ o فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ o اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ."

اس روایت سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اور ہر سورۃ اس طرح نازل ہوئی ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اس پورے مضمون کو سورۃ کا نام دیا ہے جو آپ پر نازل ہوا اور اس کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم موجود ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

في هذا الحديث فوائد منها ان البسملة في اوائل السور من

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن وهو مقصود مسلم بادخال الحديث هاهنا

''اس حدیث کے بہت سارے فوائد ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن مجید کی سورتوں کی ابتداء ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو جو یہاں بیان ذکر کیا ہے اس سے یہی مقصد ظاہر ہوتا ہے۔''

2- صحیح بخاری 2/754 میں قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سئل انس كيف كان قرأة النبى صلى الله عليه وسلم فقال كانت مداً ثم قرأ بسم الله الرحمان الرحيم يمد بسم الله ويمد بالرحمان ويمد بالرحيم.

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کس طرح پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الفاظوں کو کھینچ کر پڑھتے تھے پھر انس رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر بتلائی اور بسم اللہ۔ الرحمان۔ الرحیم تینوں کو کھینچ کر (مد کر کے) پڑھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس آیت سے ہر سورۃ شروع ہوتی ہے۔''

3- ابوداؤد ص 556 میں حدیث ہے:

عن ام سلمة انها ذكرت او كلمة غيرها قراءة رسول الله صلى الله عليه وسلم بسم الله الرحمن الرحمان الرحيم الحمدلله رب العالمين الرحمان الرحيم. مالك يوم الدين يقطع قرأته آية آية

''ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بایں طور قرأت فرمایا کرتے تھے۔ بسم اللہ الرحمان الرحیم. الحمدللہ رب العالمین. الرحمان الرحیم. مالک یوم الدین. یعنی ایک ایک آیت کو الگ الگ کرکے پڑھتے تھے۔''

یہ روایت، ابوعبید، طبقات ابن سعد، ابن ابی شیبۃ، مسند احمد، ابن خزیمہ، دارقطنی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستدرک حاکم اور بیہقی وغیرہ میں موجود ہے۔ (الدر المنثور 1/7) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح اور اس کے تمام راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (سنن دارقطنی 1/313) اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کی پہلی آیت ہے۔

4-ابوداؤد ص 115 میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یعرف فصل السورۃ حتی تنزل علیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم

''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک دو سورتوں کے درمیان فرق (کہ ایک پوری ہو چکی اور دوسری کا آغاز ہے) معلوم نہیں ہوتا تھا جب تک کہ آپ پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل نہ ہوتی''

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مستدرک 1/231 میں ذکر کی ہے جہاں الفاظ یہ ہیں:

لایعلم ختم السورۃ حتی تنزل بسم اللہ الرحمن الرحیم

''یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورت کا پورا ہونا معلوم ہی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل نہ ہوتی تھی''

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی بابت فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے نیز امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ تلخیص میں فرماتے ہیں: اما ھذا فثابت یعنی یہ حدیث ثابت (صحیح) ہے، حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، تفسیر ابن کثیر 16/1 میں اس حدیث کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔

مذکورہ حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ سورتوں کے شروع میں بسم اللہ الرحمان الرحیم، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے، اور نزولِ قرآن کے وقت اس آیت سے نئی سورت کی ابتداء معلوم ہوتی تھی۔

5-مستدرک حاکم 1/232 میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

کان المسلمون لایعرفون انقضاء السورۃ حتی تنزل بسم اللہ الرحمن الرحیم فاذا نزلت بسم اللہ الرحمن الرحیم علموہ ان السورۃ قد انقضت.

''مسلمانوں کو اس وقت تک یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ سورۃ ختم ہو چکی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جب تک کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل نہ ہوجاتی۔ جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوجاتی تو وہ سمجھ جاتے کہ اب یہ سورۃ ختم ہوچکی ہے۔ اب دوسری سورۃ شروع ہوگی۔''

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔

6- سنن کبریٰ بیہقی 2/45 میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یقول الحمدللہ رب العالمین سبع آیات احدا هن بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وهی السبع المثانی والقرآن العظیم وهی ام القرآن وهی فاتحة الکتاب.

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سورۃ الحمد للہ رب العالمین کی سات آیتیں ہیں جن میں ایک آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے یہی سورت سبع مثانی (بار بار پڑھی جانے والی سات آیتیں) اور قرآن عظیم ہے اور یہی ام القرآن اور فاتحہ الکتاب ہے۔''

مذکورہ سند ہی سے سنن کبریٰ بیہقی میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور روایت بایں الفاظ موجود ہے۔

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قرأتم الحمدللہ فاقروا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انها ام القرآن وام الکتاب والسبع المثانی وبسم اللہ الرحمٰن الرحیم احداها''

''یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم الحمد پڑھو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھو، یہی سورت ام القرآن ام الکتاب اور سبع مثانی ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (ان سات آیتوں میں سے) ایک آیت ہے۔''

یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا ایک راوی نوح بن ابی بلال کبھی کبھی موقوف روایت کرتا ہے یعنی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنا قول ذکر کرتا ہے۔ مرفوع روایت کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ تک بات کو نہیں پہنچاتا۔ لیکن یہ علت قادحہ نہیں ہے کیونکہ نوح بن ابی بلال ثقہ راوی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقریب التہذیب میں لکھا ہے لہٰذا ثقہ راوی کبھی حدیث کو موقوف تو کبھی مرفوع دونوں طریقوں سے ذکر کرتا ہے۔ کما تقرر فی مقرہ.

ثانیاً: اگر اس روایت کو موقوف تسلیم بھی کر لیا جائے تب بھی یہ مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس قسم کے فیصلے خصوصاً کسی چیز کو قرآن کی آیت کہنا محض اجتہاد اور رائے کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ ایسا حکم صرف سماع یعنی رسول اللہ ﷺ سے سننے پر محمول ہوتا ہے۔ کما لا یخفیٰ علی الماہر بالاصول.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ، التلخیص الحبیر 1/ 233 میں فرماتے ہیں:

> وان کان نوح وقفہ لکنہ فی حکم المرفوع اذلا مدخل للاجتہاد فی عدد آی القرآن.
>
> ”اگرچہ نوح نے اس روایت کو موقوف بیان کیا ہے مگر تب بھی یہ مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ قرآنی آیات کی تعداد جیسے مسئلے میں اجتہاد وغیرہ دخیل نہیں ہو سکتے۔“

ان کے علاوہ بھی اس مسئلے کے بارے میں دیگر روایات موجود ہیں جو کہ سنن دارقطنی، بیہقی، مستدرک اور الدر المنثور وغیرہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں امام بیہقی رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عباس، سیدنا علی ابن ابی طالب اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے اس بارے میں آثار بھی نقل کئے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تفسیر ابن کثیر 16/1 میں فرماتے ہیں:

> وممن حکی عنہ انہا آیۃ من کل سورۃ الا براءۃ ابن عباس وابن عمر و ابن الزبیر وابوھریرۃ وعلی ومن التابعین عطاء و طاء وس وسعید بن جبیر ومکحول والزھری وبہ یقول عبداللہ بن المبارک والشافعی واحمد بن حنبل وفی روایۃ عنہ واسحاق بن راھویہ وابوعبید القاسم بن سلام رحمہم اللہ.

سلف صالحین میں سے یہ تمام بزرگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سورۂ توبہ کے علاوہ تمام سورتوں کی پہلی آیت کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابوالخیر جزری، کتاب النشر فی القرأۃ العشر 1/ 262 میں لکھتے ہیں:

ان کلا من الفاصلین ببسملة والواصلین والساقطین اذا ابتدأ سورة من السور بسمل بلا خلاف عن احدمنهم الا اذا ابتدا براء ة

تمام قراء کرام سورۂ توبہ کے علاوہ باقی تمام سورتوں کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرتے ہیں۔ اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ جو علماء اس موقف کے خلاف ہیں اور جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سورتوں کی پہلی آیت تسلیم نہیں کرتے ان کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو ان دلائل کا مقابلہ کر سکے۔

مصر کے مشہور عالم علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ، المحلی 2/ 252 کے حاشیے میں لکھتے ہیں۔

واما من اجاز قراء ة الفاتحة في الصلاة بدون بسملة فانه لا دليل له اصلا والاحاديث التي استدلوا بها بعضها ضعيف وبعضها لايدل صراحة علي ذالک ولا تعارض اتفاق القراء من غير خلاف علي البسملة في اول الفاتحة مع تأيه هذا برسم المصحف وهوا لحجة الاولى القاطع لكل نزاع.

"جو لوگ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بغیر سورۃ فاتحہ پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے اور جن روایات سے وہ استدلال کرتے ہیں ان میں سے بعض تو ضعیف ہیں اور بعض ایسی ہیں جو ان کی دعوے پر صریح دلالت نہیں کرتیں بلکہ وہ تو ایسی ہیں جو بسم اللہ پڑھنے والوں کے دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، علاوہ ازیں تمام قراء کا سورۃ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے پر اتفاق ہے، اسی طرح اصل مصحف کی کتابت بھی انہی کے حق میں ہے، یہ ایک ایسی مضبوط دلیل ہے جو ہر اختلاف کو ختم کرنے والی ہے۔"

اب ہم یہاں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھنے والوں کے بعض مشہور دلائل ذکر کر کے قارئین کے سامنے ان کی حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1- تقسیم الصلوۃ والی حدیث جو کہ صحیح مسلم میں ہے اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ذکر نہیں ہے؟

الجواب: اولاً: اس روایت کا تعلق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے یا نہ پڑھنے سے نہیں ہے بلکہ اس میں آیتوں کی فضیلت مذکور ہے۔ لہٰذا اس میں بسم اللہ کا ذکر نہ ہونا اصل مسئلے پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً: چونکہ بسم اللہ سورۂ توبہ کے علاوہ تمام سورتوں کے شروع میں ہے، بنا بریں یہاں اس کا تذکرہ نہ ہوا۔ یہاں صرف ان آیتوں کا ذکر ہے جو خاص سورۃ فاتحہ کی ہیں لہٰذا اس سے استدلال درست نہیں۔

ثالثاً: لغایۃ اس روایت سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہاں بسم اللہ کا جواب مذکور نہیں ہے، باقی آیتوں کا جواب ہے۔ مگر اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس سورت کی آیت ہی نہیں ہے۔

رابعاً: حدیث کے الفاظ ہیں۔ **اذا قال العبد الحمدللہ رب العالمین** (جب بندہ الحمد للہ رب العالمین کہتا ہے) یہاں یہ تو مذکور نہیں کہ وہ بسم اللہ نہ کہے۔ بلکہ یہاں یہ معنیٰ بھی مُراد ہوسکتا ہے کہ جب بندہ یہاں تک کہتا ہے۔ یعنی الحمدللہ رب العالمین تک۔

جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم **1/ 170** میں ذکر کیا ہے اور قاعدہ ہے۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

خامساً: اگر اس روایت کو دلیل مان لیا جائے تب بھی یہ اپنے معنیٰ و مفہوم میں صریح نہیں ہے اور جو روایات ہم نے ذکر کی ہیں وہ بالکل واضح ہیں، لہٰذا وہی مقدم رہیں گی جس طرح کہ امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر **201/1** میں ذکر کیا ہے۔

سادساً: چونکہ سورۂ فاتحہ کی تیسری آیت **الرحمان الرحیم** فضیلت اور جواب میں مذکور ہے لہٰذا یہ آیت (بسم اللہ) ہم معنیٰ ہونے کی وجہ سے اس جواب اور فضیلت میں داخل اور مندرج ہے جیسا کہ امام ابن سید الناس رحمہ اللہ نے شرح ترمذی **1/ 195** (المصور) میں ذکر کیا ہے۔

اس روایت سے بعض لوگ اس طرح بھی استدلال کرتے ہیں کہ اس میں الفاظ یہ ہیں: **یقول العبد اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فھؤلاء لعبدی ولعبدی ما سأل.**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استدلال یہ ہے کہ یہاں آخری مضمون کی طرف ھٰـؤُلَاءِ کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے اور ھٰؤُلَاءِ جمع کا کلمہ ہے جو کم از کم تین کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے اِھْـدِنَـا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے آخر تک تین آیتیں ہوئیں اور اس سے پہلے چار آیتیں ہیں، یہ کل سات آیتیں ہوگئیں۔ اور سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں لہٰذا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کی آیت نہیں کہلائے گی۔

یہ استدلال بھی تارِ عنکبوت کی طرح ہے کیونکہ کلمہ ھٰـؤُلَاءِ سے صرف آیتیں مراد لینے کی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس سے کلمات بھی مراد ہوسکتے ہیں۔ اور خاص طور پر اس وقت جبکہ صحیح مسلم مع النووی 1 / 170 میں ھٰؤُلَاءِ کے بجائے فَھٰذَا لِعَبْدِیْ ہے اور ھٰذَا اسم اشارہ مذکر کیلئے مستعمل ہوتا ہے اس لئے یہاں آیتیں تو مراد ہو ہی نہیں ہوسکتی کیونکہ آیت صیغۂ مؤنث ہے، اگر یہاں آیتیں مراد ہوتیں تو ھٰـذَا کے بجائے ھٰـذِہٖ ہوتا۔ لہٰذا یہاں آیت کی طرف اشارہ نہیں بلکہ ھٰـذَا سے کلام کی طرف اشارہ مقصود ہے یعنی یہ کلام۔ اور ھٰـؤُلَاءِ سے مراد کلمات ہیں یعنی یہ کلمات۔ یہی بات امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم 1 / 171 میں ذکر کی ہے۔

ایضاً: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں جو خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو سورۂ فاتحہ کی آیت کہتے ہیں۔ (جیسا کہ پہلے ذکر ہوا) بنابریں اس روایت میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی نفی نہیں ہے کیونکہ الراوی ادری بمرویہ

2۔ دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حدیث میں سورۂ ملک کے بارے میں مذکور ہے کہ اس کی 30 آیتیں ہیں۔ اب اگر بسم اللہ کو اس میں شمار کرتے ہیں تو آیتیں 31 ہوجائیں گی، لہٰذا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ ملک کی آیت نہیں کہلائے گی۔

الجواب: نصوص صریحہ کے مقابلے میں یہ دلیل بھی قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ اس حدیث میں اس بات کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں ہے کہ بسم اللہ اس کی آیت نہیں ہے۔

ثانیاً: سورۂ ملک کی 30 آیتیں اس لئے کہی گئی ہیں کہ یہ آیت یعنی بسم اللہ تو ہر سورت کے شروع میں ہے، اور یہ بات تمام ذہنوں میں ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے صرف بقیہ آیتوں کا تذکرہ کیا۔

اس کے علاوہ دیگر دلائل بھی ہیں جو نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جہر سے نہ پڑھنے کے ضمن میں بیان کئے جاتے ہیں ان کا جواب اسی مسئلے میں ذکر کیا جائے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن خالویہ، اعراب ثلاثین سورۃ من القرآن الکریم ص 15 میں لکھتے ہیں:

فاما القراء السبعة فيثبتون بسم الله الرحمان الرحيم في اول كل سورة الا في براء ة ماخلا ابا عمرو وحمزة فانهما كانا لايفصلان بين السورتين ببسم الله الرحمن الرحيم.

سات مشہور قراء میں سے ابوعمرو اور حمزہ کے علاوہ باقی تمام سورتوں کے شروع میں بسم اللہ لکھتے اور پڑھتے آئے ہیں۔

علامہ احمد شاکر حاشیہ المحلیٰ 2 / 251 میں فرماتے ہیں۔

ان كل من روى عنه تركها منهم روى عنه اثباتها ولم يروعن واحدمنهم حذفها رواية واحدة

''جس سے بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا چھوڑنا منقول ہے اسی سے اس کا لکھنا اور پڑھنا بھی ثابت ہے، بلکہ بسم اللہ کو حذف کرنے کے بارے میں کسی ایک سے ایک روایت بھی منقول نہیں ہے۔''

علاوہ ازیں صفحہ 3 / 252 میں لکھتے ہیں:

والحق ان قراء ة من قرأ بحذفها في الوصل قراء ة شاذة غير صحيحة وان كانت عن السبعة اوالعشره لان من شرط صحة القرأة موافقة رسم المصحف كما اتفق عليه عامة القراء بغير خلاف بل هو اتفاق جميع العلماء وما كان الصحابة رضى الله عنهم ليزيدوا في المصاحف مائة وثلاث عشرة بسمله من غير ان تكون انزلت في المواضع التي كتبت فيها ولو شككنا في هذا لفتحنا بابا عريضاً للملاحدة الاعبين بالنار وقد كان الصحابة احرص على كتاب الله من ان يتطرق اليه شك او وهم ولذالك جردوا المصاحف من اسماء سور ولم يكتبوا (آمين) وامتنع عمر من كتابة شهادته هو وبعض كبار الصحابة بالرجم خشية ان يتوهم انها زيادة على الكتاب وصدع بذالك على المنبر.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”حق اور سچ بات یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم چھوڑنے والی قرأت جس سے بھی منقول ہے چاہے وہ قرأ سبعہ میں سے ہوں یا قراء عشرہ میں سے، یہ قرأت شاذ ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قرأت کی صحت کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ اصل مصحف (جو صحابہ کرام کے زمانے میں جمع ہوا) کے موافق ہو، اسی بات پر تمام علماء اور قراء کا اتفاق ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اصل مصحف میں سورۂ توبہ کے علاوہ تمام سورتوں کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی ہے (یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ یہ تمام سورتوں کی پہلی آیت ہے) اور صحابہ کے یہ بات شایان شان نہ تھی کہ وہ خوامخواہ ایک سو تیرہ مرتبہ بسم اللہ ان جگہوں پر بڑھا دیں جہاں اللہ نے نازل نہیں کیں۔ جب ہم اس قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے لگ جائیں گے تو یہ اسلام دشمن ملاحدہ کیلئے اعتراض کا ایک دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔“

حالانکہ صحابہ کرام تو اس بات کے شدید خواہش مند تھے کہ قرآن کریم میں وہم یا شک والی کوئی بات نہ ہو، اسی لئے قرآن مجید میں سورتوں کے نام اور آمین اس خط میں تحریر نہیں کئے گئے جس سے قرآن مجید لکھا گیا تھا۔

خود سیدنا عمرؓ نے ایک بار منبر پر رجم سے متعلق تفصیل سے بیان کیا اور فرمایا کہ رجم کرنا برحق ہے، اس بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوئی تھی جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے مگر حکم باقی ہے۔ اور وہ آیت اس وقت قرآن میں نہیں لکھتے محض اس لئے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ قرآن میں زیادتی کی گئی ہے۔

مولوی عبدالحئی لکھنوی، احکام القنطرۃ (الجموع ص220) میں لکھتے ہیں۔

عن محمد انه سئل عن البسملة قال ما بين الدفتين كلام الله

”حنفی مذہب کے ستونِ اعظم، امام محمد بن حسن الشیبانی سے بسم اللہ کی بابت سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا جو کچھ مابین الدفتین ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔“

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿مسئلہ نمبر 2﴾

جب یہ بات ثابت ہوچکی کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے تو جو شخص نماز میں سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) نہیں پڑھتا اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ بات تفصیل سے بیان ہوچکی ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہے۔ یہاں یہ ذکر نہیں کہ آدھی پڑھے، اس کا کچھ حصہ پڑھے یا کچھ نہ پڑھے، کوئی آیت پڑھے یا کوئی آیت نہ پڑھے، ان تمام صورتوں میں یہی کہا جائے گا کہ اس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی، اگر سورۃ فاتحہ پوری نہ پڑھی جائے تو وہ رکعت نہیں ہوگی۔

لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْآنِ۔

﴿مسئلہ نمبر3﴾

جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورہ توبہ کے علاوہ تمام سورتوں کی پہلی آیت ہے تو پھر نماز میں جہری قرأت کرتے وقت ہر سورۃ کے شروع میں اسے بھی جہر سے پڑھا جائے گا کیونکہ جب قرأت جہری ہے تو وہ تمام آیتوں کیلئے ہے ان میں سے ایک آیت کو اس حکم سے باہر کرنا درست نہیں ہے اور مسئلہ نمبر 1 کے تحت جتنی بھی حدیثیں گذری ہیں وہ بھی یہی ثابت کرتی ہیں لہٰذا جب یہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے تو جہری قرأت میں اسے بھی جہر سے پڑھا جائے گا۔

خصوصاً روایت نمبر 2 میں ام المؤمنین سے رسول اللہ ﷺ کی قرأت کا طریقہ اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو کھینچ کر پڑھنا بالکل واضح ہے کیونکہ نماز، غیر نماز سے عام ہے اور ام المؤمنین کو مد کرکے پڑھنے کا علم جبھی ہوا جب آپ ﷺ نے بسم اللہ کو جہر سے پڑھا۔ وگرنہ ام المومنین کو علم نہ ہوتا۔

اسی طرح روایت نمبر3 میں بھی مطلق ذکر ہے جو نماز اور غیر نماز دونوں کو شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی قرأت کا یہ طریقہ سنے بغیر بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

حافظ ابن عبدالبر، الانصاف میں فرماتے ہیں:

ومما یدل علی ان بسم اللہ الرحمن الرحیم آیۃ من اول فاتحۃ الکتاب وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرؤھا کذالک ویجھر بھا ما وصفت ام سلمۃ فی قراۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

''یعنی ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جو رسول اللہ ﷺ کے پڑھنے کی کیفیت بیان کی ہے اس میں دلیل ہے کہ یہ فاتحہ کی پہلی آیت ہے اور آپ ﷺ اسے جہر سے پڑھتے تھے۔''

علاوہ ازیں بے شمار حدیثیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ الرحمان الرحیم کو بھی جہر سے پڑھا جائے۔

اس مسئلے میں بہ کثرت روایات موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے ان رویات کو متواتر احادیث میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ اسی بابت ان کی ایک مستقل کتاب بنام الازھار المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ مشہور ہے۔ اس کتاب کے صفحہ 16 پر حدیث نمبر 31 میں رقم طراز ہیں:

حدیث الجھر بالبسملة اخرجه الحاکم عن انس وابن عباس وابی ھریرۃ وام سلمة والدارقطنی عن عثمان وعلی و جابر بن عبداللہ والحکم بن عمیر وابن عمر وعمار بن یسار والنعمان بن بشیر وعائشة والبیھقی عن ابی ابن کعب وسمرۃ بن جندب والخطیب فی کتابه البسملة عن بریدۃ وبشیر اویسیر بن معاویة وحسین بن عرفطة ومجالد بن ثور والشافعی عن جماعة من المھاجرین والانصار.

یعنی اس بارے میں تقریباً اٹھاراں صحابہ سے احادیث مروی ہیں جن میں سے کچھ یہاں ذکر کی جارہی ہیں۔

1. سنن نسائی ص92-91 میں نعیم المجمر سے روایت ہے:

قال صلیت وراء ابی ھریرۃ فقرأ بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم قرأ بام القرآن حتی اذا بلغ غیر المغضوب علیھم ولاالضالین فقال آمین فقال الناس آمین. ویقول کلما سجد اللہ اکبر واذا قام من الجلوس فی الاثنتین قال اللہ اکبر واذا سلم قال والذی نفسی بیدہ انی لاشبھکم صلوٰۃ برسول اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ علیہ وسلم.

”فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور جب سورۃ فاتحہ مکمل کرتے ہوئے والضالین تک پہنچے تو آمین کہی۔ لوگوں نے بھی آمین کہی اور جب سجدہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد فرمایا قسم ہے اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھنے والا ہوں۔“

نصب الرایہ للزیلعی 2/335 میں ہے:

وروواه ابن خزيمة في صحيحه والحاكم في مستدركه وقال انه على شرط الشيخين ولم يخرجاه والدارقطني في سننه وقال حديث صحيح ورواته كلهم ثقات والبيهقي في سننه وقال اسناده صحيح وله شواهد وقال في الخلافيات رواته كلهم ثقات مجمع على عدالتهم محتج بهم في الصحيح.

اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح 1/251 میں، ابن حبان نے اپنی صحیح 3/215 (بترتیب الفارسی) میں اور حاکم نے مستدرک 1/232 میں ذکر کیا ہے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اسی طرح امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کی شاہد دیگر حدیثیں بھی ہیں۔ نیز الخلافیات میں لکھتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ایسے ثقہ ہیں کہ جن کے معتبر ہونے پر اجماع ہے اور صحیح کتابوں میں جن کی حدیثوں کو بطور حجت نقل کیا گیا ہے۔

حافظ ابن سید الناس شرح ترمذی 1/187 (المصور) میں اس حدیث کو صحیح ثابت کرتے ہوئے حافظ ابوبکر خطیب بغدادی سے نقل کرتے ہیں کہ ثابت صحیح لایتوجه علیه تعلیلا. یہ روایت بغیر کسی تعلیل کے صحیح اور ثابت ہے۔ اسی طرح حافظ ابن عبدالبر الانصاف میں اسے صحیح ثابت کرتے ہیں بلکہ جو لوگ تقسیم الصلوٰۃ والی روایت سے استدلال کرتے ہیں ابن عبدالبر اس حدیث کے ذریعے ان کا رد کرتے ہیں بلکہ اسے تقسیم الصلوٰۃ والی حدیث کے معارض کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ قاسم بن قطلو بغا حنفی، تخریج احادیث اصول البز دوی ص 177. علی ہامش اصول البز دوی میں اسے صحیح کہتے ہیں۔

یہ حدیث اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے کیونکہ جب سیدنا ابو ہریرہ نے امامت کراتے ہوئے بسم اللہ پڑھی تبھی ناقل نعیم المجمر نے ان سے سن کر نقل کی ہے پھر سیدنا ابو ہریرہ نے اسی بات کی تصریح بھی کر دی کہ میری نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز جیسی ہی ہے گویا کہ یہی طریقہ نبی ﷺ کی نماز کا تھا۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں مذکورہ حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے:

ذکر مایستحب للامام ان یجهر بسم الله الرحمان الرحيم ابتداء قرأة فاتحة الكتاب. (حوالہ مذکورہ)

یعنی امام کیلئے یہ مستحب ہے کہ وہ سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھے۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھنا ثابت کیا ہے۔ (1/125)

حافظ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری 1/267 طبع السلفیہ) میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

بوب النسائي عليه الجهر ببسم الله الرحمان الرحيم وهوا صح حديث ورد في ذالك وقد تعقب استدلاله باحتمال ان يكون ابوهريرة اراد بقوله اشبهكم الى في معظم الصلوٰة لا في جميع اجزائها وقد رواه جماعة غير نعيم عن ابى هريرة بدون ذكر البسملة كما سياتي قريباً والجواب ان نعيما ثقة فتقبل زيادته والخبر ظاهر في جميع الاجزاء فيحمل على عمومه حتى يثبت دليل يخصه.

''امام نسائی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھنی چاہیے، اس باب میں جتنی بھی احادیث مروی ہیں ان میں یہ سب سے زیادہ صحیح ہے، اس حدیث سے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استدلال کیا گیا ہے اس پر ایک اعتراض بھی ہے کہ ابو ہریرہ کا یہ کہنا کہ میں نے تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ نماز پڑھائی ہے اس سے مراد اکثر کاموں میں مشابہت ہے، دوسری بات یہ کہ نعیم المجمر کے علاوہ کئی لوگوں نے ابوہریرۃ سے یہی روایت نقل کی ہے مگر اس میں بسم اللہ کا ذکر نہیں ہے۔"

متاخر الذکر اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نعیم ثقہ اور معتبر راوی ہے اس قسم کے راوی کی بیان کردہ الفاظ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بظاہر مشابہت میں نماز کے تمام کام شامل ہیں لہٰذا یہ مشابہت تمام کاموں میں سمجھی جائے گی۔ حدیث کے الفاظ عام ہیں اور تمام کاموں کو شامل ہیں جب تک کسی کام کو خارج کرنے کی کوئی دلیل وارد نہ ہو۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح المہذب 3/244 میں فرماتے ہیں:

قال ابن خزيمة في مصنفه فاما الجهر ببسم الله الرحمان الرحيم في الصلاة فقد صح وثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم باسناد ثابت متصل لا شك ولا ارتياب عند اهل المعرفة بالاخبار في صحة سنده واتصاله فذكر هذا الحديث ثم قال فقد بان وثبت ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يجهر بسم الله الرحمان الرحيم في الصلاة.

"امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھنا ثابت ہے اور اس بارے میں صحیح اور متصل حدیثیں ہیں جن کی صحت اور اتصال کے بارے میں اہل علم و معرفت کے ہاں کوئی شک شبہ نہیں ہے۔اس کے بعد حدیث نعیم المجمر نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے تھے، نیز اس روایت کے قوی ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس کے راوی سیدنا ابوہریرۃ خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے تھے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابن عبدالبر، الانصاف میں رقم طراز ہیں:

ومما يشهد لصحة حديث ابى هلال عن نعيم المجمر عن ابى هريرة ما رواه سعيد المقبرى وصالح مولى التؤامة عن ابى هريرة انه كان يفتتح ببسم الله الرحمن الرحيم هذا لفظ رواية صالح عن ابى هريرة وذكر ابوبكر ابن ابى شيبة قال حدثنا هشيم ابنأنا ابو معشر عن سعيد بن ابى سعيد عن ابى هريرة انه كان يجهر ببسم الله الرحمان الرحيم (مجموعة الرسائل المنيريه 284/2)

یعنی ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی صحت کیلئے یہ بھی شہادت ہے کہ خود اس حدیث کے راوی ابوہریرۃ سے مختلف اسناد سے یہ ثابت ہے کہ وہ خود بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے تھے۔

عن العلاء بن عبدالرحمان عن ابيه عن ابى هريرة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلاة جهر بها بسم الله الرحمٰن الرحيم. (الانصاف لابن عبدالبر)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو بآواز بلند بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ یہ مرفوع حدیث، نعیم المجمر سے مروی پہلی حدیث کی تائید کرتی ہے، اس حدیث کے راوی اسماعیل بن ابی اویس اسے روایت کرنے میں متفرد نہیں ہیں بلکہ دیگر راویوں نے بھی ان کی متابعت کی ہے۔

علاوہ ازیں سنن دارقطنی میں یہ حدیث بایں الفاظ مروی ہے۔

ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا قرأ وهو يؤم الناس افتتح الصلوٰة ببسم الله الرحمان الرحيم (306/1)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو نماز پڑھاتے ہوئے قرأت کرتے تو نماز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرتے تھے۔"

حافظ ابن سید الناس، شرح ترمذی (3/188، المصور) میں فرماتے ہیں:

قال الدارقطنى رجال اسناده كلهم ثقات

"امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔"

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح مسلم مع النووی (1/170) میں تین سندوں سے یہ حدیث مروی ہے:

قال ابوهريرة في كل صلاة يقرأ فما اسمعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم اسمعناكم وما اخفى منا اخفينا منكم.

''سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں قرأت کی جاتی ہے۔ تو جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونچی آواز سے قرأت کی اور ہمیں سنائی ہم بھی اونچی آواز سے قرأت کر کے تمہیں سناتے ہیں اور جس نماز میں آپ نے قرأت ہلکی آواز میں کی ہم بھی ہلکی آواز میں کرتے ہیں۔''

اس روایت سے ثابت ہوا کہ سیدنا ابوہریرۃؓ کا جہری قرأت کرنا یا ہلکی آواز سے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے موافق تھا۔ ہم پہلے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ سیدنا ابوہریرۃؓ کا مذہب اس بابت یہ تھا کہ وہ جہری نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی جہری پڑھتے تھے، ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی یہی تھا۔ اسی طرح سیدنا ابوہریرۃؓ سے مروی ایک اور صحیح حدیث ہے جس سے یہی ثابت ہوتا ہے چنانچہ صحیح بخاری 1/103 میں ہے۔

حدثنا ابوهريرة قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسكت بين التكبير وبين القرأة اسكاتة قال احسبه قال هنية فقلت بابي انت وامي يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اسكاتك بين التكبير وبين القرأة ماتقول قال اقول اَللّٰهُمَّ بَاعِدْبَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ.

''سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان کچھ دیر خاموش رہتے تھے، میں نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، تکبیر تحریمہ اور قرأت کے درمیان آپ خاموش رہتے ہیں، اس وقت آپ کیا پڑھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس میں یہ دعا پڑھتا ہوں اَللّٰهُمَّ بَاعِدْبَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ. یعنی دعائے استفتاح۔"

یہ حدیث صحیح مسلم مع النووی (1/219) میں بھی مروی ہے گویا کہ یہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث اور صحت میں اعلیٰ درجے کی ہے۔ اس سے بالکل واضح ہوتا ہے کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر اور قرأت دونوں سننے میں آتی تھیں مگر دعا سننے میں نہیں آئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ پڑھتے تھے جبھی تو ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے تھے، آہستہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آہستہ پڑھتے تھے وہ تو دعا تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی اگر اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی بتلاتے۔ معلوم ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرأت میں شامل ہے جو ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کو سننے میں آئی۔

صحیحین کی یہ حدیث ہمارے درمیان اور جو لوگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھنے کی مخالف ہیں ان کے درمیان قاضی، فیصلہ کن اور قاطع النزاع ہے، کیونکہ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرأت میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو اس بارے میں سنت طریقہ جہر کرنا ہے جیسا کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ اگر یہ قرأت میں داخل نہیں ہے اور ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بآواز بلند پڑھتے تھے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی ہی نہیں ہے۔ نہ سراً نہ جہراً، کیونکہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ پڑھا اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم شامل ہی نہیں ہے۔

اب ہمارے دوست یا تو اسے قرأت سمجھ کر جہر سے پڑھیں یا اسے بالکل نہ پڑھیں نہ اونچی آواز سے نہ آہستہ، بلکہ اس کا پڑھنا ہی خلاف سنت قرار دیں۔ کیونکہ مذکورہ حدیث میں صرف دو شقیں ہیں یا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نماز میں بالکل پڑھنی ہی نہیں ہے اور اگر پڑھنی ہے تو بآواز بلند پڑھنی ہے۔ باقی یہ کہنا کہ پڑھنی بھی ہے مگر آہستہ سے، اس روایت کے مطابق اس طرزِ عمل کا سنت سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔

من نہ گویم ایں مکن آں کن
مصلحت بین و کار آسان کن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم الحروف کہتا ہے کہ سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث اور ان کا اپنا عمل قارئین کے سامنے اظہر من الشمس ہو چکا ہے اور نعیم المجمر سے مروی حدیث کو کافی تقویت حاصل ہو چکی ہے، اور اس بارے میں جتنے بھی عذر اور حیلے بہانے تراشے جاتے ہیں وہ سب تارِ عنکبوت ہو چکے ہیں بلکہ اس روایت کی سند میں ایک راوی امام لیث بن سعد رحمہ اللہ ہیں جو خود بھی بسم اللہ جہر سے پڑھتے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر، الانصاف میں لکھتے ہیں:

وھذا حدیث محفوظ من حدیث اللیث عن خالد بن یزید الا سکندرانی عن سعید بن ابی ھلال وھما جمیعًا من ثقات المصریین وأما اللیث فامام اھل بلدہ وقدرواہ غیر اللیث علی ماتراہ فی ھذا الباب وقال عمرو بن ھشام البیروتی صلیت خلف اللیث بن سعد فکان یجھر ببسم اللہ الرحمان الرحیم وبآمین وذکر ابویحییٰ الساجی عن جعفر ابن محمد الفریابی عن میمون بن ابی الاصبغ عن عبداللہ بن صالح عن اللیث بن سعد قال اخبرنی خالد بن یزید عن سعید بن ابی ھلال عن نعیم المجمر قال صلیت وراء ابی ھریرۃ فقرأ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی ام الکتاب وقال انی لاشبھکم صلاۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے:

1- نعیم المجمر کی یہ حدیث جو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بالکل محفوظ ہے۔

دیارِ مصر کے امام لیث بن سعد رحمہ اللہ اسے خالد بن یزید الاسکندرانی سے اور وہ سعید بن ابی ہلال سے نقل کرتے ہیں اور یہ دونوں مصر کے ثقہ اور معتبر راویوں میں سے ہیں اور سعید ابن ابی ہلال اسے نعیم المجمر سے روایت کرتے ہیں۔

2- عمرو بن ہشام البیروتی کہتے ہیں کہ میں نے امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھی وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

3- امام ابو یحییٰ زکریا الساجی رحمہ اللہ، امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کے طریق سے حدیث ذکر کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے خالد بن یزید نے سعید بن ابی ہلال سے حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنائی وہ نعیم المجمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے سورۂ فاتحہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھائی ہے۔

نیز اس سند میں نماز کے صرف ایک کام یعنی بسم اللہ کو جہر سے پڑھنا مذکور ہے اور نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ کہا گیا ہے گویا کہ امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یہ حدیث صحیح ہے اور وہ بھی اس سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہر پڑھنا ہی سمجھے ہیں۔ لہٰذا اس بارے میں جو بھی عذر اور حیلے ہیں وہ سب ختم ہو چکے ہیں۔

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث بھی اس مسئلے کے بارے میں مروی ہے چنانچہ سنن دارقطنی 1/307 میں ہے۔

عن محمد بن قیس عن ابی هريرة ان النبی صلی الله عليه وسلم كان يجهر ببسم الله الرحمن الرحيم

''سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم جہر سے پڑھتے تھے۔''

اگرچہ اس حدیث کے راوی محمد بن قیس ضعیف ہیں (تقریب) مگر دیگر روایات کے ساتھ اسے بطور شاہد کے پیش کیا جاسکتا ہے۔

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے المستدرک 1/232 میں اسے شاہد کے طور پر ذکر کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی متعدد حدیثیں اور ان کا اپنا عمل اور وقت کے ایک عظیم امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہ جنہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ اور حدیث کی زیادہ پیروی کرنے والا کہا گیا ہے (تہذیب 8/463) ان کا بھی عمل اس مسئلے کو مضبوط اور قطعی بناتا ہے۔

سنن ترمذی 1/33 میں حدیث ہے۔

حدثنا احمد بن عبدة نا المؤتمر بن سليمان قال حدثني اسماعيل بن حماد عن ابی خالد عن ابن عباس قال كان النبی صلی الله عليه وسلم يفتتح صلوٰته ببسم الله الرحمان الرحيم.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

• ”سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے نماز شروع کرتے تھے۔“

امام ترمذی رحمہ اللہ اس روایت کی بابت فرماتے ہیں: **ولیس اسناده بذالک** یعنی اس کی سند قوی نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ اس کے دو راوی اسماعیل بن حماد بن ابی سلیمان اور اس کے استاد ابو خالد الوالبی پر کچھ کلام ہے مگر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تقریب التہذیب میں اسماعیل کے بارے میں فرماتے ہیں ”صَـــدُوْقٌ“ یعنی سچا ہے اور یہ صیغہ تعدیل میں سے ہے نیز ابو خالد الوالبی کے بارے میں لکھتے ہیں ”مقبول“ یعنی اس کی روایت کردہ حدیث کا شاہد موجود ہو تو اس کی روایت مقبول ہے ورنہ کمزور، جیسا کہ مقدمے میں بیان ہوا ہے۔

حافظ صاحب کا یہ فیصلہ مبنی بر انصاف ہے، کیونکہ انہوں نے خود مقدمے میں لکھا ہے۔ ”ہر شخص کے بارے میں، میں وہی حکم لگاؤں گا جو تمام ناقدین کے ہاں عدل و انصاف والا ہوگا۔“

اس روایت کے شاہد موجود ہیں چنانچہ امام بیہقی رحمہ اللہ، سنن کبریٰ 2/47 میں یہ روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: **فلہ شواھد عن ابن عباس ذکرنا ھا فی الخلافیات**.

اس حدیث کیلئے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے علاوہ دیگر شاہد بھی موجود ہیں جو ہم نے کتاب الخلافیات میں ذکر کیے ہیں۔

لہٰذا اس صورت میں ابوخالد والبی کی یہ حدیث کمزور نہیں بلکہ قابل قبول ہوگی اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے مذکورہ قول کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ روایت اعلیٰ درجے کی قوی نہیں ہے۔ مگر ایسی بھی نہیں کہ قابل قبول نہ ہو۔

صحیح روایات، جو پہلے ذکر کی جاچکی ہیں سے مل کر اسے تقویت حاصل ہوجاتی ہے، اس حدیث کے لئے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے سنن دارقطنی 1/303-304 میں شاہد بھی ذکر کئے ہیں جن میں سے ایک پیش خدمت ہے۔

محمد بن یحییٰ بن حمزہ روایت کرتے ہیں:

صلی بنا امیر المؤمنین المھدی المغرب فجھر ببسم اللہ الرحمان الرحیم قال فقلت یا امیر المؤمنین ماھذا فقال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدثني ابي عن ابيه عن جده عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم جهر ببسم الله الرحمان الرحيم قال قلت نؤثره عنك قال نعم.

"میں نے امیر المؤمنین مہدی کے پیچھے نماز پڑھی انہوں نے بلند آواز سے بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھی، میں نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا مجھے میرے والد نے حدیث سنائی انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بآواز بلند بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔ تب میں نے کہا کیا ہم آپ سے یہ حدیث روایت کر سکتے ہیں فرمایا ہاں!۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے التلخیص الحبیر 235/1 میں یہ حدیث ذکر کر کے سکوت اختیار کیا ہے کوئی جرح نہیں کی۔ لہٰذا حنفی اصول کے مطابق یہ حدیث حافظ صاحب کے ہاں حسن یا صحیح کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ علامہ ظفر احمد عثمانی تھانوی، انھاء السکن ص 24 میں لکھتے ہیں:

وكذا سكوت الحافظ عن حديث في التلخيص الحبير دليل على صحته او الحسن فان الشوكاني رحمه الله ربما يحتج لسكوته في التلخيص ايضاً كما يحتج بسكوته في الفتح يظهر ذالك لمراجعة نيل الاوطار.

"حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص الحبیر جس روایت پر سکوت اختیار کیا ہے اور جرح نہیں کی یہ اس کے صحیح یا حسن ہونے کی دلیل ہے نیز امام شوکانی رحمہ اللہ کی نیل الاوطار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کتنے ہی مقامات پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے سکوت سے دلیل لی ہے۔"

لہٰذا یہ شاہد، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کو تقویت دیتی ہے۔ یہی حدیث مسند البزار میں مندرجہ ذیل الفاظ سے آئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجھر ببسم اللہ الرحمان الرحیم فی الصلوٰۃ

"یعنی رسول اللہ ﷺ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے تھے۔"

حافظ نور الدین الہیثمی مجمع الزوائد 2/109-108 میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ رواہ البزار ورجالہ موثقون. یعنی اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا اپنا عمل بھی بسم اللہ بالجہر ہی تھا۔ چنانچہ مصنف عبدالرزاق 2/90 میں ہے:

عن عمرو بن دینار ان ابن عباس کان یستفتح الصلاۃ ببسم اللہ الرحمان الرحیم.

علاوہ ازیں الانصاف لابن عبدالبر میں ہے:

سعید بن جبیر عن ابن عباس انہ کان یجھر ببسم اللہ الرحمان الرحیم وعن عکرمۃ عن ابن عباس انہ کان یجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم یقول ھو اوّل شیئا اختلسہ الشیطان من عامۃ الناس (الرسائل المنیریہ 2/190-189)

"یعنی سیدنا ابن عباس ؓ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ وہ چیز ہے جو شیطان نے عام لوگوں سے چھین لی ہے۔"

ابن عباس ؓ کا یہ عمل بھی مذکورہ حدیث کو تقویت دیتا ہے، بلکہ آپ کے مشہور شاگرد، سعید بن جبیر، عطا بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد، عمرو بن دینار اور عکرمہ یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے تھے، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ (1/412) میں ہے:

عن وفاء سمعت سعید بن جبیر یجھر ببسم اللہ الرحمان الرحیم وعن عطاء و طاؤس ومجاھد انھم کانوا یجھرون ببسم اللہ الرحمان الرحیم.

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصنف عبدالرزاق (91/2) میں ہے:

"عن سعید بن جبیر انہ کان یجھر ببسم اللہ الرحمان الرحیم فی کل رکعة."

عمرو بن دینار اور عکرمہ کا قول الانصاف میں موجود ہے:

راقم الحروف کہتا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما تمام صحابہ میں بڑے مفسر قرآن شمار ہوتے ہیں، آپ ہی کے بارے میں سیدنا ابن مسعودؓ فرماتے ہیں:

نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْآنِ اِبْنُ عَبَّاسٍ (التھذیب 228/5)

"یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کے بہترین ترجمان ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے آپ کے حق میں یہ دعا مانگی تھی۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ (بخاری 531/1)

"اے اللہ اسے حکمت (دانائی اور فہم سنت) سکھا، اے اللہ اسے قرآن سکھا۔"

اس مہتم بالشان مفسر کا اس مسلک کو اختیار کرنا اس مسئلے کو تقویت دیتا ہے۔ اسی طرح آپ سے مروی حدیث بھی صحیح اور ثابت ٹھہرتی ہے، نیز آپ کے تلامذہ کا اس مسلک کو اختیار کرنا بھی اس بات کے ثبوت کیلئے کافی ہے کہ یہ مسئلہ مشہور و معروف ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنی سنن (33/1) میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جہر کے قائلین میں شمار کیا ہے۔

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقراء بسم اللہ الرحمان الرحیم فی الصلاۃ

(دارقطنی 302/1)

"سیدنا علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے تھے۔"

یہ بات یاد رہے کہ یہ خبر سنے بغیر ممکن نہیں ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں: اسناد علوی لاباس بہ (نصب الرایہ للزیلعی 225/1) اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سند میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

امام زیلعی رحمہ اللہ نے حافظ مزی سے نقل کیا ہے:

هذا الاسناد لاتقوم به حجة وسليمان هذا لااعرفهٔ

یعنی یہ سند قابل حجت نہیں ہے کیونکہ اس کے ایک راوی سلیمان بن عبدالعزیز بن ابی ثابت کو میں نہیں جانتا۔ مگر یہ اعتراض نا قابل قبول ہے کیونکہ حافظ مزی نے یہ قول اپنے مبلغ علم کے مطابق کہا ہے، جبکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ اس کے بارے میں یہ فیصلہ سناتے ہیں کہ لابـأس بـه۔ جس کا معنیٰ یہ ہوا کہ یہ سند معروف و مشہور اور معتبر ہے، ایک اصول ہے، **من عرف الشيء حجة على من لم يعرفه**

بلکہ خود امیر المؤمنین سیدنا علیؓ، کا اپنا عمل یہی تھا کہ وہ **بسم الله الرحمن الرحيم** جہراً پڑھتے تھے، جیسا کہ بیہقی **48/2** میں امام شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے:

قال رأيت على بن ا ى طالب وصليت وراء ه فسمعت يجهر بسم الله الرحمان الرحيم

''میں نے سیدنا علی بن ابی طالب کو دیکھا اور ان کے پیچھے نماز پڑھی میں نے سنا کہ آپ نے بآواز بلند بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔''

عن انس بن مالک قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يجهر بسم الله الرحمن الرحيم، رواة هذا الحديث عن آخرهم ثقات (مستدرک حاکم 233/1)

''سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا کہ آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے تھے۔''

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی شروع سے لیکر آخر تک ثقہ ہیں، حافظ ذھبی نے تلخیص میں ان کی موافقت کی ہے نیز امام نووی رحمہ اللہ نے شرح المھذب صفحہ **350-51** میں اسے صحیح ثابت کیا ہے۔

حدثنا ابو محمد عبدالرحمٰن بن حمدان الجلاب بهمدان ثنا عثمان بن خرذار الانطاكی ثنا محمد بن ابی السری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

العسقلانی قال صلیت خلف المعتمر بن سلیمان مالا احصی صلاۃ الصبح والمغرب فکان یجهر ببسم اللہ الرحمان الرحیم قبل الفاتحہ وبعدھا وسمعت المعتمر یقول ما آلوان اقتدی بصلوٰۃ ابی وقال ابی ما آلو ان اقتدی بصلوٰۃ انس بن مالک وقال انس ما الو ان اقتدی بصلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواۃ ھذا الحدیث عن آخرھم ثقات (المستدرک للحاکم 1/34-233)

''محمد بن ابی السری عسقلانی فرماتے ہیں کہ میں نے معتمر بن سلیمان کے پیچھے کئی مرتبہ فجر اور مغرب کی نمازیں پڑھیں، وہ سورۃ فاتحہ کے شروع میں اور سورۂ فاتحہ کے بعد دوسری سورت کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے تھے، میں نے سنا آپ فرمارہے تھے کہ میں اپنے والد سلیمان التیمی جیسی نماز پڑھنے میں ذرا سی بھی کمی نہیں کرتا اور میرے والد صاحب یہ کہتے تھے کہ میں انس بن مالک جیسی نماز پڑھنے میں ذرا سی کمی نہیں کرتا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھنے میں ذرا سی کمی بھی نہیں کرتا۔''

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے تمام راوی اول تا آخر ثقہ ہیں، امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے علاوہ ازیں امام نووی رحمہ اللہ شرح المہذب 350/3 میں فرماتے ہیں:

قال الدار قطنی اسناد کلھم ثقات،

''امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں۔''

یہ حدیث اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ جہری نماز میں بسم اللہ الرحمان الرحیم بھی جہر سے پڑھتے تھے، آپ ﷺ کے صحابی انس بن مالک بھی اسی کے مطابق عمل کرتے تھے اور ان کے شاگرد سلیمان التیمی اور ان کے بیٹے معتمر بن سلیمان دونوں کا عمل اسی حدیث کے مطابق تھا، مسلسل بالعمل کی یہ روایت اس مسئلے کی اہمیت دوچند کردیتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام شافعی رحمہ اللہ کتاب الأم 93/1 میں حدیث بیان کرتے ہیں:

اخبرنا عبدالمجید بن عبدالعزیز عن ابن جریج قال اخبرنی عبداللہ بن عثمان بن خثیم ان ابابکر بن حفص اخبرہ ان انس بن مالک اخبرہ قال صلی معاویۃ بالمدینۃ صلاۃ فجهر فیها القرأۃ فقرأ بسم اللہ الرحمان الرحیم لأم القران ولم یقرأ بها للسورۃ التی بعدها حتی قضیٰ تلک القرأۃ ولم یکبر حین یهوی حتی قضیٰ تلک الصلاۃ فلما سلم ناداہ من سمع ذالک من المهاجرین من کل مکان یا معاویۃ أسرقت الصلاۃ ام نسیت فلما صلی بعد ذلک قرأ بسم اللہ الرحمان الرحیم للسورۃ التی بعد ام القرآن وکبر حین یهوی ساجداً۔

یہ حدیث سنن دارقطنی 311/1، مستدرک حاکم 233/1، بیہقی 49/2، اور الانصاف لابن عبدالبر وغیرہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے واسطے سے مروی ہے اور ان میں الفاظ کچھ یوں ہیں: ناداہ من سمع ذالک من المهاجرین والانصار

اسی طرح مصنف عبدالرزاق 96/3 اور معرفۃ السنن والآثار للبیہقی 205/1، (المصور) میں بھی ہے۔

یعنی سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں نماز پڑھائی اور اس میں قرأت بلند آواز سے کی آپ نے سورۃ فاتحہ کیلئے تو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی مگر اس کے بعد دوسری سورت کیلئے نہیں پڑھی (یعنی سننے میں نہیں آئی) جب آپ نے نماز ختم کی تو ہر طرف سے مہاجر اور انصار صحابہ نے پکار پکار کر کہنا شروع کردیا کہ نماز میں چوری کی گئی ہے یا آپ بھلا دیئے گئے ہیں؟ (کیونکہ لوگوں نے بسم اللہ اور تکبیر نہیں سنی تھی) اس کے بعد امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب بھی نماز پڑھائی سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورت کیلئے بھی بسم اللہ پڑھی اور تکبیر بھی بآواز بلند کہی۔

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے مسلم کی شروط صحت کے مطابق صحیح قرار دیا ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص میں ان کی موافقت کی ہے، امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں **کلهم ثقات** اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں نیز امام نووی رحمہ اللہ نے شرح المهذب 349/3

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اور حافظ ابن سید الناس نے شرح الترمذی 192/1 (المصور) میں اسے صحیح کہا ہے۔
یہ حدیث بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے، اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں۔

الاوّل: مسنون طریقہ یہی ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہری نماز میں جہر سے پڑھنی چاہئے، امام یعقوب بن سفیان فسوی رحمہ اللہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھنے کیلئے اسی حدیث پر اعتماد کیا ہے۔ (شرح المهذب للنووی 349/3)

الثانی: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل یہی تھا۔

الثالث: بلکہ جہری نماز میں جب انہیں بسم اللہ سننے میں نہیں آتی تو وہ اس پر اعتراض وارد کرتے تھے۔

الرابع: حتی کہ اسے چوری جیسے قبیح فعل سے تشبیہ دیتے تھے۔

الخامس: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورت کے شروع میں جہراً پڑھنی ہے چاہے سورۃ فاتحہ ہو یا دوسری کوئی سورت۔

السادس: اہل مدینہ کا عمل بھی یہی تھا، مذکورہ واقعے میں مہاجر و انصار سب صحابہ شریک تھے نیز یہ کہنا بھی غلط ثابت ہوا کہ اہل مدینہ کا عمل جہر کے خلاف تھا یا وہ آہستہ پڑھتے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر، الانصاف (مجموعة الرسائل المنيرية 192/1) میں فرماتے ہیں:

> **ومما يدل على انه كان من عمل اهل المدينة الجهر ببسم الله الرحمان الرحيم ماذكره الشافعي..الخ**
>
> ''یعنی اہل مدینہ کا جو عمل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھنے کے متعلق تھا، اس بارے میں جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک حدیث یہ ہے جسے امام شافعی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔''
>
> یعنی امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ والا مذکورہ قصہ۔

اس سے پہلے حافظ ابن عبدالبر نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور تابعین میں سے محمد بن کعب قرظی، ابن شہاب زہری، ابوقلابہ اور خلیفۃ المسلمین عمر بن عبدالعزیز سے مروی احادیث ذکر کی ہیں، یہ سب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھنے کے قائل تھے حالانکہ یہ تمام مدنی ہیں، بلکہ مدینہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنے کا عمل صحابہ کرام کے دور کے بعد شروع ہوا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ السنن الکبریٰ للبیہقی 50/2 میں امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے:

من سنة الصلاة ان يقرأ بسم الله الرحمان الرحيم ثم فاتحة الكتاب ثم يقرأ بسم الله الرحمان الرحيم ثم يقرأ سورة فكان ابن شهاب يقرأ احيانا بسورة مع فاتحة الكتاب يفتتح كل سورة منها ببسم الله الرحمان الرحيم و كان يقول اول من قرأ بسم الله الرحمان الرحيم سراً بالمدينه عمرو بن سعيد بن العاص و كان رجلا حييا.

''امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد دوسری سورت دونوں کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے پڑھی جائے، خود امام زہری رحمۃ اللہ علیہ جب بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت پڑھتے تو دونوں کی شروعات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کرتے تھے، نیز آپ فرماتے تھے کہ مدینے میں سب سے پہلے عمرو بن سعید العاص نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھی کیونکہ وہ باحیا انسان تھے۔''

قارئین! امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا جو مقام علمائے مدینہ میں ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ امام زہری، امام دار الھجرہ مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔

ابوالزناد آپ کو ''اعلم الناس'' کہتے ہیں، عراک بن مالک فرماتے ہیں کہ مدینہ کے تمام فقہاء میں سب سے زیادہ علم والے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ تھے، امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں نے ان سے بڑا اور جامع علم والا دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔''

(التہذیب 9/49-448)

لہٰذا آپ کی یہ شہادت ہی کافی ہے کہ اصل اہل مدینہ کا عمل جہر کرنا تھا اور عمرو بن سعید العاص جنہوں نے سب سے پہلے آہستہ پڑھنا شروع کیا وہ صحابی نہیں تابعی ہیں۔ (التھذیب) ان سے پہلے تمام لوگ جہر سے ہی پڑھتے تھے، حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

وروى الجهر بها عن عمر وعلى رضى الله عنهما على اختلاف عنهما وروى ذالك عمار وابوهريرة وابن عباس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ابن الزبیر فلم یختلف فی الجهر ببسم الله الرحمان الرحیم عن ابن عمر وهو الصحیح عن ابن عباس ایضاً وعلیه جماعة اصحابه سعید بن جبیر وعطاء ومجاهد وطاؤس وهو مذهب ابن شهاب الزهری وعمرو بن دینار وابن جریج ومسلم بن خالد وسائر مکة.

مذکورہ تمام صحابہ اور تابعین سے جہر منقول ہے اور یہی عمل اہل مکہ کا ہے۔ حافظ ابن سید الناس، شرح الترمذی 192/1 (المصور) میں رقمطراز ہیں:

وذکر الخطیب عن ابی بکر الصدیق وعثمان وابی بن کعب وابی قتادہ وابی سعید وانس وعبدالله بن ابی اوفیٰ وشداد بن اوس وعبدالله بن جعفر والحسین بن علی ومعاویة.

یعنی امام ابوبکر الخطیب رحمہ اللہ نے مندرجہ بالا صحابہ کرام سے بسم اللہ بالجہر نقل کی ہے، پھر لکھتے ہیں:

قال الخطیب وامام التابعون فمن بعدهم ممن قال بالجهر بها فهم اکثر من ان یذکروا واوسع من ان یصروا منهم سعید بن المسیب وطاؤس ومجاهد وابووائل وسعید بن جبیر وابن سیرین وعکرمة وعلی بن الحسین وابنه محمد بن علی وسالم بن عبدالله بن عمرو محمد بن المنکدر وابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم ومحمد بن کعب ونافع مولی ابن عمرو ابو الشعثاء وعمر بن عبدالعزیز ومکحول وحبیب بن ابی ثابت والزهری وابو قلابة وعلی بن عبدالله بن عباس وابنه والازرق بن قیس وعبدالله بن معقل بن مقرن وممن بعد التابعین عبیدالله العمری والحسن بن زید وزید بن علی بن الحسین ومحمد بن عمر بن علی وابن ابی ذئب واللیث بن سعد واسحاق بن راهویه وزاد البیهقی فی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التابعين عبدالله بن صفوان ومحمد بن الحنفية وسليمان التيمي وتابعيهم المعتمر بن سليمان

یعنی تابعین اور ان کے بعد کے لوگ جو بسم اللہ بالجہر پڑھنے کے قائل ہیں وہ شمار سے باہر ہیں، ان میں سے چند ہستیوں کے نام اوپر ذکر کیے گئے ہیں۔

علاوہ ازیں خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عمل بھی ایک قوی دلیل ہے ان کے دورِ خلافت میں اس پر عمل تھا کیونکہ اس وقت بے شمار تابعین عظام موجود تھے۔

ناظرین! امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدث وفقیہہ ہیں، امام ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ، الاستذکار 176/2 میں اسحاق بن منصور سے روایت ذکر کرتے ہیں۔

قلت لاسحاق بن راهويه رجل صلى صلاة فلم يقراء فيها بسم الله الرحمان الرحيم مع الحمدلله رب العالمين قال يعيد الصلوٰة كلها

''میں نے امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ دریافت کیا کہ کوئی شخص کچھ نمازیں پڑھ لے مگر ان میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمان الرحیم نہ پڑھے (تو کیا اس کی نماز درست ہوگی؟) فرمایا وہ تمام نمازیں دوبارہ لوٹائے!''

اہل مکہ کا بھی یہی عمل تھا اسی طرح حرمین کے فقہاء بھی اس بات پر متفق تھے، یہاں ذکر کردہ ہستیوں میں مجاہد، عکرمہ، عبداللہ بن عباس نیز ان کے فرزند محمد، عبداللہ بن صفوان اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ مکی ہیں۔

علاوہ ازیں، سعید بن المسیب، علی بن حسین (زین العابدین) ان کے بیٹے محمد (الباقر)، سالم بن عبداللہ، محمد بن المنکدر، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم، نافع مولی ابن عمر، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز، امام زہری، عبیداللہ بن عمر العمری، حسن بن زید بن علی بن ابی طالب، زید بن علی بن الحسین، محمد بن عمر بن علی اور فقیہہ ابن ابی ذئب رحمہم اللہ، یہ تمام مدنی ہیں۔

ابو وائل (شقیق بن سلمہ) سعید بن جبیر، حبیب بن ابی ثابت، عبداللہ بن معقل بن مقرن رحمہم اللہ، یہ تمام کوفی ہیں۔

محمد بن سیرین، ابوالشعثاء (جابر بن زید)، ابوقلابہ (عبداللہ بن زید)، ازرق بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قیس، سلیمان التیمی اور ان کے بیٹے معتمر رحمۃ اللہ علیہ، یہ تمام بصرہ کے ہیں۔ نیز مکحول شامی ہیں اور طاؤس یمنی، امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ مصری ہیں، ان کے علاوہ گزشتہ صفحات میں عمرو بن دینار کا تذکرہ ہوا تھا وہ بھی مکی ہیں ان تمام کا ذکر تہذیب اور تقریب میں موجود ہے۔ گویا کہ تمام اطراف و اکناف کے بڑے بڑے فقیہہ جہر کے قائل تھے اس طرح یہ مسئلہ متھم بالشان ٹھہرا۔

نیز یہاں ذکر کردہ صحابہ کرام میں سے شداد بن اوس اور معاویہ رضی اللہ عنہما شام کے ہیں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کوفی ہیں اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ اگرچہ آخری عمر میں بصرہ چلے گئے تھے مگر اصلاً وہ مدنی ہیں۔ بقیہ صحابہ بھی مدنی ہیں۔

علاوہ ازیں سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث بھی ذکر ہوئیں اور ابن عبدالبر کے حوالے سے ابن الزبیر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی ذکر کیا گیا، یہ سب مدنی ہیں نیز ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع و موقوف ہر دو اقسام کی روایات ذکر کی گئی ہیں یہ مکی ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر، الانصاف کے آخر میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عبداللہ سے نقل کرتے ہیں:

سمعت ابی یقول یقرأ الرجل بسم اللہ الرحمان الرحیم فی اول کل سورۃ فی قیام رمضان والذی یختم القرآن کما فی المصحف یعجبنی ذالک

"امام عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مجھے یہ بات پسند ہے کہ نماز تراویح میں ہر شخص ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھے اور قرآن اسی طرح پورا کرے جیسا کہ مصحف میں لکھا ہوا ہے۔"

یہ روایت امام عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کردہ کتاب، مسائل الامام احمد بن حنبل صفحہ 76 پر موجود ہے۔

ناظرین! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھنے کے متعلق یہاں آٹھ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں، ضمناً چند دوسری احادیث بھی ذکر ہوگئی ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو کہ سنن دارقطنی اور بیہقی وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس مسئلے کے بارے میں ائمہ حدیث مثلاً امام مروزی، امام دارقطنی، امام حاکم، امام ابن تزیمہ، امام ابن حبان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ وغیرہم نے مستقل کتابیں تصنیف کیں ہیں۔

مذاہب اربعہ کے علماء کرام سے بھی اس بارے میں ثبوت موجود ہیں مثلاً امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا تذکرہ ہوا تھا کہ وہ بھی جہر کے قائل ہیں، حالانکہ علمائے احناف انہیں اپنا شمار کرتے ہیں اور حنفی طبقات میں ذکر کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: **الجواهر المضيه، مصنفه عبدالقادر قرشی حنفی 288/1، الفوائد البهيه في تراجم الحنفيه، مصنفه عبدالحئی لکھنوی صفحه 103 وغیره**، اسی طرح مولوی عبدالحئی لکھنوی، **احكام القنطرة في احكام البسملة** (مجموعۃ الرسائل الثمانیۃ للکھنوی) صفحہ **270** میں بسم اللہ الرحمان الرحیم جہر سے پڑھنا سنت تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جہر کے ثبوت سے انکار مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے، مالکی مذہب کے امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ بھی جہر کے قائل ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے رسالے الانصاف میں تحقیق سے جہر کو ثابت کیا ہے۔

شوافع کا تو اس بارے میں مشہور مذہب ہے، فقہ شافعیہ کی تمام کتابیں اس مسئلے کی وضاحت میں بھری ہوئی ہیں۔

حنبلی مذہب کے مشہور عالم ابوالقاسم عبدالرحمان بن محمد بن اسحاق بن مندہ (وفات **470**ھ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھنے کے قائل تھے جیسا کہ حافظ ابن رجب نے ذیل طبقات الحنابلہ **130/1** میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔

اب ہم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنے اور جہر سے روکنے والوں کے خاص دلائل ذکر کر کے ان کی اصل حقیقت ظاہر کرتے ہیں۔

انکی سب سے مشہور دلیل سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وہ روایت ہے جو مسلم مع النووی **172/1** میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم وابي بكر و عمر و عثمان وكانوا يستفتحون بالحمدلله رب العالمين لايذكرون بسم الله الرحمان الرحيم في اوّل قراة ولا في آخرها.

"میں نے رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ سب الحمدللہ رب العالمین سے نماز شروع کرتے تھے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہ قرأت سے پہلے ذکر کرتے تھے نہ بعد میں۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجواب: اولاً: اس کی سند یوں ہے:

حدثنا محمد بن مهران الرازی قال نا ولید بن مسلم قال نا الاوزاعی عن قتادة انه کتب الیه یخبره عن انس بن مالک یعنی اوزاعی کہتے ہیں کہ قتادہ نے یہ روایت انس سے میری جانب لکھ کر بھیجی۔ یاد رہے کہ قتادہ مادر زاد نابینا تھے۔ (تہذیب 351/8، تقریب، تدریب الراوی للسیوطی ص 90) لہٰذا یہ روایت انہوں نے خود نہیں لکھی بلکہ کسی کاتب سے لکھوائی ہوگی اور وہ کاتب مجہول ہے۔ یہی بات حافظ ابن حجر نے النکت (صفحہ 294 قلمی) میں لکھی ہے۔

روایت میں ملاوٹ کا بھی اندیشہ ہے کیونکہ جس نے یہ روایت لکھ کر امام اوزاعی رحمہ اللہ تک پہنچائی ہے سو وہ بھی مجہول ہے گویا کہ قتادہ اور اوزاعی کے درمیان دو واسطے مجہول ہیں، بنابریں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔ نیز قتادہ خود مدلس ہے جیسا کہ طبقات المدلسین لابن حجر صفحہ 16 میں ہے کہ "مشهور بالتدلیس وصفه به النسائی وغیره" یعنی تدلیس کرنے میں مشہور ہے جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ اور دیگر نے بیان کیا ہے۔

تہذیب 355/8 میں ابن حبان سے منقول ہے کہ یہ مدلس تھا اور چونکہ حافظ ابن حجر نے اسے تیسرے درجے میں ذکر کیا ہے لہٰذا جس حدیث میں سماع کی تصریح نہیں کرے گا یعنی حدثنی یا سمعت جیسے الفاظ نہیں کہے گا تو وہ مقبول نہیں جیسا کہ طبقات المدلسین کے مقدمے میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں بھی سماع کی صراحت نہیں ہے لہٰذا اس روایت کے ضعیف ہونے کا یہ دوسرا سبب ہے۔

ثانیاً: چونکہ اس روایت کے الفاظ انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی دیگر صحیح احادیث کے خلاف ہیں جیسا کہ روایات پہلے بیان ہوئیں جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً پڑھنے کا ذکر ہے لہٰذا باوجود معلول ہونے کے یہ روایت صحیح کے مقابلے میں معتبر نہیں ہے۔

ثالثاً: بالفرض اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو پھر اس کے معنی یہ ہوں گے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالکل بھی نہ پڑھی جائے، نہ آہستہ نہ بلند آواز سے۔ لہٰذا آہستہ پڑھنے والوں کیلئے اس روایت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں اس روایت سے پیشتر ایک دوسری روایت بایں الفاظ موجود ہے:

ناشعبة سمعت قتادہ یحدث عن انس قال صلیت مع رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر و عثمان فلم اسمع احداً منھم یقرأ بسم اللہ الرحمان الرحیم

''انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی، میں نے کسی کو بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سُنا۔''

الجواب: اس سند میں اگرچہ متذکرہ علتیں نہیں ہیں تاہم اگر اسے صحیح مان لیا جائے تو اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔

ایک یہ کہ انس بن مالک نے نہیں سنی، اس سے جہر کی نفی لازم نہیں آتی، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ انہیں سننے میں نہ آئی ہو۔ اور جن روایتوں میں جہراً پڑھنے کا ذکر ہے خصوصا وہ روایات جو پہلے بیان ہوچکی ہیں ان میں صراحتاً یہ بات موجود تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ اونچی آواز سے پڑھی، بنابریں سننے والے کی بات نہ سننے والے پر مقدم ہوگی۔

دوسرا مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بالکل نہیں پڑھی۔ پھر آہستہ پڑھنے والوں کیلئے یہ حدیث بھی دلیل نہ بنی، انہیں دوسری دلیل ڈھونڈنی چاہیے! جبکہ ہمارے پاس بالجہر کی حدیثیں موجود ہیں، جن میں سے کچھ ہدیۂ قارئین کی ہیں، باقی جہر کے منکرین کس چیز سے ثابت کریں گے کہ اگر وہ کوئی ایسی حدیث پیش کریں گے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا ثابت ہو تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی گئی ہے ورنہ سُنے بغیر کوئی بھی صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پڑھنے کی نسبت نہیں کرسکتا۔

ایضاً: اس روایت میں دیگر بھی کئی علتیں ہیں۔

اوّل: انس رضی اللہ عنہ سے مروی چار حدیثیں ایسی ذکر ہوئیں جن میں وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہر نقل کرتے ہیں، وہ حدیثیں اس کا رد کررہی ہیں۔

الثانی: ان چار حدیثوں میں سے ایک صحیح بخاری کی حدیث ہے جو درجے میں اس سے بڑھ کر ہے اوراس میں یہ بات صاف مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مد سے پڑھتے تھے یہ حدیث نماز اور غیر نماز سب کو شامل ہے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ اس قسم کی کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر ہرگز بیان نہیں کرسکتے۔ لہٰذا یہ صحیح حدیث بھی اس کا رد کررہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الثالث: اس حدیث میں خلفائے ثلاثہ (ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم) کا ذکر ہے حالانکہ پہلے یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ اس بارے میں ان کا مذہب جہر سے پڑھنا تھا۔ لہٰذا یہ وجہ بھی اس روایت کو معلول بناتی ہے۔

الرابع: خود انس رضی اللہ عنہ کا عمل بھی بالجہر ہی تھا، تو پھر وہ کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عدمِ جہر نقل کرتے ہیں اور خود اس کی مخالفت بھی کرتے ہیں۔

احناف کے مسلک کے مطابق تو یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ ان کے ہاں یہ اصول ہے کہ صحابی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا یا فتویٰ دینا اس روایت کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے، اور سمجھا جائے گا کہ صحابی کو اس روایت کے منسوخ ہونے کا علم تھا، جیسا کہ حنفی اصول فقہ کی مشہور کتاب نور الانوار صفحہ 755 وغیرہ میں لکھا ہوا ہے۔

محدثین کے ہاں بھی ظاہر ہے یہ روایت معلول ہے اور اگر اسے صحیح مانا جائے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ انس رضی اللہ عنہ دونوں روایتوں (جہر اور عدم جہر) کے راوی ہیں اور خود جہر والی روایت پر عمل کررہے ہیں، ان کا یہ عمل اس روایت کی ترجیح کیلئے کافی ہے۔

الخامس: عام صحابہ کرام خواہ مہاجر ہوں یا انصار رضی اللہ عنہم کا بسم اللہ جہر سے نہ پڑھنے پر اعتراض کرنا جیسا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے قصے میں ذکر ہوا، بھی اس روایت کو معلول بنادیتا ہے۔

السادس: امام سیوطی رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کیا گیا تھا کہ جہر کی حدیثیں حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، یہ بھی اس روایت کے معلول ہونے کی ایک قوی دلیل ہے۔

السابع: اس روایت کے الفاظ میں بڑا اختلاف ہے، کوئی راوی انس رضی اللہ عنہ سے یوں نقل کرتا ہے۔ "کانوا لایذکرون بسم اللہ الرحمان الرحیم" یعنی بسم اللہ ذکر ہی نہیں کرتے تھے۔

کوئی راوی ان سے یوں نقل کرتا ہے، "کانوا لایجھرون بسم اللہ الرحمان الرحیم" یعنی بسم اللہ جہر سے نہیں پڑھتے تھے۔

اور کچھ راوی تو یوں بھی نقل کرتے ہیں۔ "کانوا لایقرؤن بسم اللہ الرحمان الرحیم" یعنی بسم اللہ پڑھتے ہی نہیں تھے۔

کچھ راوی یوں کہتے ہیں "کانوا یجھرون ببسم اللہ الرحمان الرحیم" یعنی بسم اللہ بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۔ اور کچھ راویوں کا کہنا ہے "لم اسمع احداً منهم جهر ببسم الله الرحمان الرحيم" یعنی میں نے کسی کو بھی بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

اور کچھ کا کہنا ہے کہ جب انس رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا۔ "كبرت ونسيت" یعنی میری عمر بڑھ گئی ہے اور مجھے یاد نہیں ہے۔ مقام غور ہے کہ ایک صحابی سے ایک ہی روایت میں ناقلین کا کتنا اختلاف ہے کوئی جہر ثابت کررہا ہے تو کوئی اس کی نفی کررہا ہے اور کوئی تو سرے سے بسم اللہ پڑھنے سے انکار کررہا ہے۔

ایسے اختلاف میں جبکہ کسی قسم کی تطبیق ممکن نہ ہو اور نہ ہی اختلاف رفع ہو یہ اضطراب قادح ہے جس کی وجہ سے روایت صحت کی درجے سے گر جاتی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر، الانصاف فيما بين العلماء في بسم الله الرحمن الرحيم من الاختلاف میں فرماتے ہیں: ولا حجة عندی في شئی منها (مجموعه الرسائل المنيريه 178/6) یعنی اس قدر اختلاف کے ہوئے ہوئے یہ روایت میرے نزدیک دلیل نہیں بن سکتی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے تدریب الراوی (ص90) میں ان کی تائید کرتے ہوئے اس روایت کو معلول لکھا ہے۔ اسی طرح حافظ ابن الصلاح، مقدمہ صفحہ 43 میں اسے معلول قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ صحیح روایت کے اصل الفاظ یوں ہیں۔ "كانوا يستفتحون بالحمدلله رب العالمين" یعنی وہ الحمدللہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث کے الفاظ اسی قدر ہیں، باقی جو آگے الفاظ ہیں کہ جہر سے نہیں پڑھتے تھے یا بالکل بھی نہیں پڑھتے تھے وغیرہ وغیرہ یہ حدیث کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ راوی کا اپنا فہم اور سمجھ ہے اور اس میں بھی ان سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ الحمدللہ رب العالمین سے شروع کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ وہ بسم اللہ الرحمان الرحیم نہیں پڑھتے تھے یا جہر سے نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ نماز میں دوسری سورت پڑھنے سے پیشتر سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے، یہی مسئلہ اس حدیث میں بھی بیان ہوا ہے مگر اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا تذکرہ نہیں ہے کیونکہ خود انس رضی اللہ عنہ انکار کررہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ مجھے یاد نہیں ہے۔

ناظرین: اسی طرح حافظ ابوالفضل عراقی نے، التقييد والايضاح ص119، علامہ سخاوی نے فتح المغيث ص95 اور حافظ سیوطی نے تدريب الراوی ص 91-90 میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا ہے۔ ان سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

1- پہلی یہ کہ اصل روایت صرف وہی ہے جو صحیحین (بخاری و مسلم) میں موجود ہے یعنی كانوا يفتتحون القراة بالحمدلله رب العالمين (وہ الحمدللہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے) باقی زائد جملے راوی کی غلط فہمی کی بنا پر مدرج ہوگئے ہیں اور یہ آٹھویں علت ہے جو متذکرہ علتوں کے علاوہ ہے۔

2- راوی کے بڑھائے ہوئے الفاظ کسی حقیقت پر مبنی نہیں بلکہ اپنی سمجھ کی بنا پر ہیں۔

3- راوی نے حدیث کا مفہوم سمجھنے میں ہی غلطی کی ہے۔

4- اس بارے میں جو صحیح حدیث مروی ہے اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھنے کا ذکر نہیں ہے کیونکہ اس مسئلے سے متعلق دیگر بے شمار صحیح احادیث موجود ہیں۔ دراصل اس روایت کا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے یا نہ پڑھنے سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس میں ایک اور خاص مسئلہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں قرأت کا طریقہ یہ تھا کہ وہ پہلے سورۃ فاتحہ پڑھتے پھر دوسری کوئی سورت، یہ مسئلہ اپنی جگہ اہم ہے کہ قرأت کی ابتداء کہاں سے کی جائے، چنانچہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پہلے سورۂ فاتحہ پڑھنی ہے پھر اس کے بعد قرآن مجید میں سے جو یاد ہو وہ پڑھا جائے۔ بلکہ ائمہ حدیث نے تو پہلے ہی اس مسئلے کی طرف عنانِ توجہ مبذول کی ہے۔ چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن 196/1 میں اس حدیث پر یہ عنوان قائم کیا ہے۔

باب البداءة بفاتحة الكتاب قبل السورة

یعنی اس مسئلے کا بیان کہ دوسری سورت سے پہلے سورۃ فاتحہ پڑھنا۔

پہلے یہ بات تفصیل سے بیان ہوگئی ہے کہ سورت فاتحہ کا ایک نام الحمدللہ رب العالمین بھی ہے اور اسے حدیث سے ثابت کیا گیا، لہٰذا اس حدیث کا معنیٰ یہ ہوگا کہ نماز میں قرأت سورۃ الحمداللہ رب العالمین سے شروع کرتے تھے، پھر کوئی دوسری سورت پڑھتے تھے، یہی معنیٰ امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام 93/1 میں بیان کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی 34/1 میں امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے لیکن کوئی قدح وارد نہیں کی۔

نیز امام بیہقی نے سنن کبریٰ 51/2، امام حازمی نے کتاب الاعتبار صفحہ 81، امام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغوی نے شرح السنہ 55/3، امام نووی نے شرح المھذب 351/3، حافظ ابن الصلاح نے مقدمہ ص43، حافظ ابوالفضل عراقی نے فتح المغیث 109/1، کرمانی نے شرح البخاری 111/5، حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری 227/2، 158/8 (السلفیہ) علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری 72/2 وغیرہم سب نے یہی معنیٰ بیان کیا ہے۔ علامہ قسطلانی نے ارشاد الساری 72/2 وغیرہم سب نے یہی معنیٰ بیان کیا ہے۔

لغت کی مشہور کتاب مجمع بحار الانوار 53/3 میں بھی یہ معنیٰ موجود ہے۔

لہٰذا اس حدیث کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنے کے لئے دلیل بنانا کسی طور بھی درست نہیں ہے۔

دوسری دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ترمذی 33/1 میں بایں الفاظ موجود ہے۔

عن ابن عبداللہ بن مغفل قال سمعنی ابی وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ای بنی محدث ایاک والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ وقال صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر ومع عثمان فلم اسمع احدامنھم یقولھا فلا تقلھا اذا انت صلیت فقل الحمدللہ رب العالمین.

”ابن عبداللہ بن مغفل سے روایت ہے کہ میں نماز میں بسم اللہ پڑھ رہا تھا کہ میرے والد نے سن لی اور کہا اے بیٹے یہ بدعت ہے لہٰذا بدعت سے بچو، میں نے دیکھا کہ صحابہ کرام کو بدعت سے زیادہ کسی چیز سے نفرت نہ تھی میں نے رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھی مگر کسی سے میں نے بسم اللہ نہیں سنی، تم بھی جب نماز پڑھو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ کہا کرو بلکہ الحمدللہ رب العالمین کہا کرو۔“

الجواب: اولاً: یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کے راوی ابن عبداللہ بن مغفل مجہول ہیں جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر، الانصاف (مجموعۃ الرسائل المنیریۃ 159/1) میں فرماتے ہیں: ھو مجھول عندھم والمجھول لاتقوم بہ حجۃ یعنی یہ راوی محدثین کے ہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجہول ہے اور مجہول راوی کی روایت دلیل نہیں بن سکتی۔ نیز امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المہذب 355/3 میں ائمہ حدیث ابن خزیمہ، ابن عبدالبر اور خطیب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس راوی کو مجہول قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر نے النکت ص 302 (قلمی) میں اسے مستور کہا ہے۔ بنا بریں یہ روایت معتبر نہیں۔ خصوصاً صحیح احادیث کے مقابلے میں جو اس مسئلے کی وضاحت میں بیان ہو چکی ہیں۔

ثانیاً: بالفرض اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو پھر بسم اللہ پڑھنا بالکل ممنوع ہوگا، سراً یا جہراً پڑھنا ہر دو طرح سے بدعت ہوگا۔

اس لئے کہ وہ اپنے بیٹے کو کہہ رہے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ پڑھا کرو نہ آہستہ نہ بلند آواز سے، یعنی مطلق پڑھنے سے روک رہے ہیں، اس روایت کو دلیل بنانے والے خود آہستہ پڑھنے کے قائل ہیں گویا اس روایت کی وہ خود ہی مخالفت کررہے ہیں۔

ثالثاً: اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تب بھی لغایتہ صرف اتنا کہا جائے گا کہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے خود نہیں سنی کیونکہ ان کا کہنا ہے ولم اسمع احدًا یقولها یعنی میں نے کسی کو بسم اللہ الرحمان الرحیم کہتے ہوئے نہیں سنا۔ جب انہوں نے سنا ہی نہیں تو یہ معذور ہیں اور جنہوں نے سنا ہے اُن کا قول ان کے قول سے مقدم بلکہ ان پر حجت ہے کما تقرر عند الاصولیین۔

علاوہ ازیں صحیح حدیثوں کے مقابلے میں ان کا قول کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

امام ابوبکر خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ابن عبداللہ مجهول ولو صح حديثه لم يؤثر في الحديث الصحيح عن ابي هريرة في الجهر لان عبدالله بن مغفل من احداث اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وابوهريرة من شيوخهم وقدصح ان النبي صلى الله عليه وسلم كان يقول لا صحابه ليلينى منكم اولو الاحلام والنهٰى ثم الذين يلونهم فكان ابوهريرة يقرب من النبي صلى الله عليه وسلم وعبدالله بن مغفل يبعد لحداثة سنه ومعلوم ان القارى يرفع صوته ويجهر بقرائته في اثناء ها اكثر من اولها فلم يحفظ عبدالله الجهر بابسملة لانه بعيد وهي اول القرأة وحفظها

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو هريرة لقربه واصغائه وجودة حفظه وشدة اعتنائه
(شرح المهذب 355/3)

''اس روایت کے راوی ابن عبداللہ بن مغفل مجہول ہیں اگر بالفرض اس کی حدیث صحیح ثابت بھی ہوجائے تب بھی جہر سے متعلق سیدنا ابو ہریرۃؓ والی صحیح حدیث (نعیم المجمر والی روایت جو بیان ہوچکی ہے) پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نوجوان اور صغار صحابہ سے ہیں جبکہ ابو ہریرہ بزرگ اور کبار صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہوتا تھا کہ نماز میں میرے قریب سمجھدار اور عاقل کھڑے ہوں پھر اس کے بعد ترتیب وار کھڑے ہوتے جائیں، لہٰذا ابو ہریرہ یقیناً عبداللہ بن مغفل کی بہ نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہوتے تھے اور یہ بات ناممکن نہیں ہے کہ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے سنی ہو اور عبداللہ بن مغفل نہ سن سکے ہوں اور یہ بات بالکل معقول ہے کیونکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات توجہ سے سنتے تھے اسے یاد کرتے اور اسے سمجھنے کی بھرپور کوشش کرتے تھے یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔''

اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تب بھی یہ آہستہ پڑھنے والوں کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔

تیسری دلیل تقسیم الصلاۃ والی حدیث پیش کرتے ہیں اس بابت بھی تفصیل کے ساتھ بحث ہوچکی ہے یہ حدیث بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے منافی نہیں ہے اس طرح یہ جہر کے منافی بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث کے راوی سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ خود بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہر سے پڑھتے تھے، اگر اس روایت میں جہر کی نفی ہوتی تو ابو ہریرۃ اسکے خلاف ہرگز عمل نہ کرتے۔

ایضاً: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم صرف سورۂ فاتحہ کی آیت نہیں ہے بلکہ تمام سورتوں کی آیت ہے اور اس حدیث میں ان آیتوں کا بیان ہے جو خاص سورۃ فاتحہ کی ہیں۔ اس کے علاوہ اس حدیث میں صریحاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جہراً یا سرّاً پڑھنے سے ممکن کچھ بھی ذکر نہیں ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو صحیح اور صریح احادیث ہم نے ذکر کیں سو وہ کافی ہیں، صحیح حدیثوں کے ہوتے ہوئے اس سے دلیل لینا محض سینہ زوری ہے۔

الحاصل: سنت طریقہ یہی ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھی جائے کیونکہ یہ سورۃ توبہ کے علاوہ ہر سورت کی آیت اور جز ہے لہٰذا اسے جہری قرأت میں جہر سے پڑھے اور سری نماز میں اسے آہستہ پڑھے۔

امید ہے کہ اہل حق کیلئے یہ تحقیق کافی و شافی ہوگی۔ آخر میں امام محمد بن مقدسی رحمۃ اللہ (جنہوں نے اس مسئلے سے متعلق ایک کتاب تصنیف کی ہے) کی کتاب کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ابن الملقن، البدر المنیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر صفحہ 363 (المصور) میں ان سے نقل کرتے ہیں۔

اعلم ان الاحادیث الواردۃ فی الجھر کثیرۃ متعددۃ عن جماعۃ من الصحابۃ یرتقی عددہ الی احدی وعشرین صحابیا رووا ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منھم صرح بذالک ومنھم من فھم عن عبارتہ ولم یرد تصریح الاسرار بھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا روایتان احداھما من ابن المغفل وھی ضعیفۃ والثانیۃ من انس وھی معللۃ بما اوجب سقوط الاحتجاج بھا ومنھم من استدل بحدیث قسمت الصلاۃ بینی وبین عبدی نصفین ولا دلیل فیہ للاسرار واما احادیث الجھر فالحجۃ قائمۃ بما تشھد لہ بالصحۃ منھا وھو ماروی عن ستۃ من الصحابۃ.

(1) ابی ھریرۃ (2) وام سلمۃ (3) وابن عباس (4) وانس (5) وعلی بن ابی طالب (6) وسمرۃ بن جندب رضی اللہ عنھم اجمعین

یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ بسم اللہ پڑھنے سے متعلق جتنی بھی حدیثیں وارد ہوئی ہیں وہ تعداد میں کہیں زیادہ ہیں، صحابہ کرام کی ایک جماعت جن کی تعداد اکیس کے قریب ہے، کے واسطے سے یہ حدیثیں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں جن میں سے کچھ کے الفاظ تو بالکل واضح اور صریح ہیں (جیسا کہ کچھ حدیثیں پہلے ذکر ہوئیں) اور کچھ ایسی ہیں جن کے عبارتوں سے یہی معنیٰ سمجھ میں آتا ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ بھی جہراً ہی پڑھنی چاہیے۔ (جیسا کہ مد القراۃ والی حدیث) باقی رسول اللہ ﷺ سے بسم اللہ الرحمٰن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرحیم آہستہ پڑھنے سے متعلق واضح اور صریح الفاظ میں کوئی ایک بھی روایت نہیں ہے ہاں. صرف دو روایتیں ہیں جن میں سے ایک عبداللہ بن مغفل والی ہے یہ ضعیف ہے اور دوسری انس رضی اللہ عنہ والی، لیکن اس میں کچھ ایسی علتیں ہیں جو اسے دلیل بننے کی حیثیت سے محروم کردیتی ہیں، اور کسی نے تقسیم الصلاۃ والی حدیث سے دلیل لی ہے مگر اس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھنے کے لئے کوئی بھی دلیل نہیں ہے، البتہ جہر والی حدیثوں کے صحیح ہونے پر حجت اور دلائل قائم ہیں جو ان کے معتبر ہونے کی گواہی دیتے ہیں خصوصاً ان چھ صحابہ کرام کی حدیثیں جن کے نام اوپر ذکر ہوئے۔

تنبیہ: ایک مشہور قصہ جسے اکثر واعظ بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ قیصر (ہرقل) نے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ مجھے کافی عرصے سے سر میں درد کی شکایت ہے اس بارے میں اگر آپ کے پاس کوئی دوا وغیرہ ہو تو میری طرف ضرور بھجوایئے گا، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک ٹوپی بھیج دی، جب بادشاہ نے اسے پہنا تو دردِ سر جاتا رہا اور جس وقت اتاری تو درد دوبارہ عود آیا، اسے اس بات پر تعجب ہوا، اس نے ٹوپی کو خوب اچھی طرح جانچا تو اسے اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی ملی۔

یہ واقعہ بالکل بے اصل و بے ثبوت ہے، کہیں بھی کسی سند سے مذکور نہیں ہے۔ امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر 171/1 میں اور شیخ اسماعیل حنفی نے روح البیان 9/1 میں اسے ذکر کیا ہے مگر کسی حدیث یا تاریخ کی کتاب کا حوالہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی سند مذکور ہے، چند اردو کتابوں میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً: الداء والدواء مصنفہ نواب صدیق حسن خان ص 16، فوائد ستاریہ ص 68-67، غذا الارواح مصنفہ علامہ داؤد راغب رحمانی ص 36، اسلامی وظائف مصنفہ علامہ عبدالسلام بستوی ص 36، شرعی تعویذات مصنفہ علامہ عبدالقادر حصاری ص 35-34 وغیرہم۔ ان کتابوں میں قصے کے آخر میں یہ الفاظ بھی زیادہ ہیں کہ یہ دیکھ کر وہ بادشاہ مسلمان ہوگیا۔ اس قصے کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے یہی بات کافی ہے، حالانکہ وہ آخر تک مسلمان نہیں ہوا تھا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری 44/1-37 (السلفیہ) میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

بلکہ صحیح ابن حبان میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر بادشاہ کی جانب ایک خط لکھا اور اسے اسلام کی دعوت پیش کی، اس نے جوابی خط لکھا، اور لکھا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خط پڑھا تو فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

. كذب عدو الله ليس بمسلم وهو على النصرانية.

(موارد الظمآن ص 393)

اللہ کے دشمن نے جھوٹ بولا ہے وہ مسلمان نہیں بلکہ اپنے نصرانی دین پر قائم ہے۔ امام محمد بن عبداللہ الازدی رحمہ اللہ (تبع تابعی) نے اپنی کتاب فتوح الشام میں قیصر بادشاہ کے لشکروں کی مسلمانوں سے جنگوں کا تذکرہ کیا ہے جو کہ سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں ہوئیں تھیں۔ ثابت ہوا کہ وہ آخری وقت تک مسلمان نہیں ہوا بلکہ کفر پر رہا تھا بنابریں یہ واقعہ مردود اور باطل ہے۔

(ماخوذ: بدیع التفاسیر جلد 1 صفحہ 80 تا 140)

www.KitaboSunnat.com

Rana

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

احکام البسملہ

قرآن کریم ایک مرتب و منظّم زندہ صحیفہ ہے جس کی تفسیر ہر مفسر نے اپنے اپنے مقام وفہم کے لحاظ سے لکھی ہے، کسی نے اپنی توجہ کا مرکز احکام قرآنی اور مسائلِ فقہی کو بنایا، کسی مفسر کا محور عام و خاص، مفصل و مجمل اور محکم و متشابہ رہا، کسی نے صرف ونحو پر زور دیا اور مفرادات کے اشتقاق اور جملوں کی ترکیب پر محنت کی اور کسی نے علم کلام کی بحوث کو پیش کیا۔

انہی مفسرین میں سے عصرِ حاضر کے عظیم مفسر ومحدّث ومجتہد شیخ العرب والعجم علامہ ابو محمد السید بدیع الدین شاہ الراشدی رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے ''بدیع التفاسیر'' کے نام سے ایک جامع اور مستند تفسیر لکھی ہے، اس تفسیر میں جملہ پہلوؤں کی رعایت رکھی گئی ہے حتیٰ کہ بعض مفسرین جو محض افراطِ خوش عقیدگی کی بنا پر ضعیف اور موضوع روایات ایک دوسرے سے نقل کرتے چلے آرہے تھے ان کا بھی علمی جرأت کے ساتھ صفایا کر دیا گیا ہے، یہ ایک ایسی مفصل تفسیر ہے جو کافی حد تک قدیم کتبِ تفاسیر سے غنی کر دیتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خطاء سے منزہ صرف اور صرف وحی الٰہیہ ہے اس کے علاوہ اس اُمت کے کسی بھی شخص کے قول و فعل اور رائے کے بارے یہ فیصلہ نہیں دیا جاسکتا، البتہ جہاں تک علمی ذوق ومحنت کا تعلق ہے تو پھر اس تفسیر کے مطالعے سے یوں لگتا ہے کہ شاہ صاحب نے نے اپنے زمانے کے سارے علوم وفنون کو قرآن کریم کے خادم کی حیثیت سے لاکھڑا کر دیا ہے، محدثین کے طرز پر لکھی جانے والی اس تفسیر نے عقیدۂ صحیحہ اور عملِ صالح کی پہچان اور اسے اپنانے کیلئے دلائلِ شرعیہ کے ساتھ جو ترغیب دلائی ہے، اس سے صاحبِ کتاب کے عقیدۂ توحید کی غیرت اور عملِ صالح میں اخلاص کی روشن دلیلیں واضح ہوتی ہیں

فضیلۃ الشیخ محمد ابراہیم بھٹی حفظہ اللہ